الحج

(اہتمامِ حج)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تمہید	۷
۲	قبولِ اسلام کی خوبی	۸
۳	نعمت کی ناقدری	۸
۴	سلام کے جواب میں سر ہلانا	۱۰
۵	اللہ کی عظیم رحمت	۱۱
۶	دینداروں کے امراض	۱۲
۷	خوفِ الٰہی کا کرشمہ	۱۲
۸	ایک عاشق کا حال	۱۳
۹	کسی کو حقیر نہ سمجھو	۱۴
۱۰	تقرر ابدال	۱۵
۱۱	خدا کی شان	۱۷

۱۲	تواضع میں غلو	۱۸
۱۳	شریعت کی خوبی	۱۹
۱۴	حلِ اشکال	۲۰
۱۵	کاملین کا حال	۲۰
۱۶	ہمارے اعمال کی حقیقت	۲۱
۱۷	درجۂ کمال	۲۳
۱۸	منصور کے کلمہ ''انا الحق'' کی حقیقت	۲۳
۱۹	اظہار و اخفاءِ عمل کا موقع	۲۵
۲۰	اعمالِ صالحہ کی قدر کرو	۲۶
۲۱	توفیق عمل پر شکر کرو	۲۷
۲۲	نماز کے بھاری ہونے کی وجہ	۲۹
۲۳	نماز میں خشوع حاصل ہونے کا طریقہ	۲۹
۲۴	نماز میں مراقبۂ موت کا طریقہ	۳۱
۲۵	بغیر توفیق الٰہی آسان کام بھی مشکل ہے	۳۳
۲۶	حکم ہجرت	۳۴

۲۷	شبہ کا جواب	۳۵
۲۸	ہجرت کی فضیلت	۳۷
۲۹	حدیث کے اجزاء میں تطبیق	۳۷
۳۰	فرضیت حج	۳۸
۳۱	فرصت کو غنیمت سمجھو	۳۹
۳۲	کام کرنے کا طریقہ	۴۰
۳۳	عشاق کی ہمت	۴۱
۳۴	خدا کے بھروسے ایک عورت کا پیدل سفر حج	۴۲
۳۵	حج کی ادائیگی میں جلدی کرو	۴۴
۳۶	ائمہ کے اجتہاد پر عمل نہ کرنے کا نقصان	۴۵
۳۷	ہمارے اور ائمہ کے اجتہاد میں فرق	۴۵
۳۸	مجتہد کی مثال	۴۶
۳۹	تارکِ حج کے لئے وعید	۴۶
۴۰	حدیث کی تشریح	۴۷
۴۱	مسئلہ بتانے میں احتیاط	۴۸

۴۲	مدرسین کی کوتاہی	۴۹
۴۳	حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کا مذاق	۴۹
۴۴	حج سے کونسے گناہ معاف ہوتے ہیں اور کونسے نہیں	۵۰
۴۵	توبہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں حقوق نہیں	۵۲
۴۶	گناہ صغیرہ وکبیرہ کی مثال	۵۲
۴۷	سوال کا جواب	۵۳
۴۸	حدیث کا مطلب	۵۶
۴۹	حجر اسود کا خاصہ	۵۷
۵۰	حاجیوں کے لئے ہدایات	۵۸
۵۱	بغیر اسباب کے حج کے لئے کون جاسکتا ہے	۵۹
۵۲	بلا اسباب ہر ایک کو سفر حج کی اجازت نہیں	۶۰
۵۳	ایک عاشق الٰہی کا حج	۶۰

وعظ

الحج

(اہتمامِ حج)

حج کا زمانہ چونکہ قریب تھااس لئے اس کے ادا کی تاکید کرتے ہوئے اور فضائل حج کی طرف رغبت دلاتے ہوئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ۳ شوال المکرّم ۱۳۳۱ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں تقریباً تین گھنٹے بیٹھ کر یہ وعظ ارشاد فرمایا۔ جس میں فرمایا کہ حج سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج واجب علی الفور ہے اس لئے اس میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔

سامعین کی تعداد تقریباً پچاس تھی حضرت سے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اسے قلمبند کیا اور فرمایا کہ حضرت کا یہ وعظ اپنے مضمون میں واحد ہے اس میں عجیب علوم کا ذخیرہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارك وسلم **اما بعد**: فقد روی مسلم عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال:((ان الا سلام یھدم ما کان قبلہ والھجرۃ تھدم ما کان قبلھا وان الحج یھدم ما کان قبلہ))

تمہید

ہر چند کہ آج طبیعت نہایت کسل مند ہے(۱) پھر مجمع بھی کم ہے اِس لیے طبیعت بیان کرنے کو نہیں چاہتی مگر چونکہ آجکل ایامِ حج ہیں اس لئے اس خیال سے بیان کرتا ہوں کہ شاید اس مجمع میں کوئی ایسا شخص ہو جس پر حج فرض ہو تو وہ اس بیان کو سن کر حج کا قصد(۲) کر کے گناہ سے بچ جائے اسی ضرورت سے میں نے ایک حدیث پڑھی ہے جس میں حج کی یہ فضیلت مذکور ہے کہ اس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ حدیث کئی اجزاء پر مشتمل ہے مگر اس وقت مقصودِ اعظم ایک جزو ہے بقیہ اجزاء کو اس لئے پڑھ دیا گیا کہ ان کو مقصودِ اعظم کے سمجھنے میں دخل ہے اسی لئے ان کو بھی مختصراً بیان کیا جائیگا گو مقصوداً نہ ہو ترجمہ سے اجزاءِ ثلاثہ کا علم ہو جائیگا۔

(۱) سست ہے (۲) ارادہ۔

قبولِ اسلام کی خوبی

فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کہ اسلام پہلے گناہوں کو گرادیتا ہے یعنی کسی شخص نے کفر کی حالت میں ایک زمانہ گذارا ہو اور اس نے کبھی خدا کا نام نہ لیا ہو اور لیا ہو تو بے ادبی سے لیا ہو تو اسلام کے بعد سب گناہ معاف ہوجائیں گے کیا رحمت ہے حق تعالیٰ کی کہ اب اگر یہ باغی باوجود سنگین بغاوت کے اسلام لے آئے یعنی زبان سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کہدے اور دل سے تصدیق کردے جس میں دوسیکنڈ خرچ ہوتے ہیں اور کچھ دشواری بھی نہیں بلکہ نہایت آسان کام ہے اتنے آسان کام کے کرلینے سے سالہا سال کی بغاوت اور سنگین سے سنگین جرائم ایک دم سے معاف ہوجاتے ہیں کام اسقدر آسان ہے جس میں دو ہی جزو ہیں ایک جوارح (۱) کے متعلق ہے ایک قلب (۲) کے، قلب کا کام تو بہت ہی سہل (۳) ہے اور دوسرا کام زبان کا ہے جو دوسرے جوارح کے اعمال کی نسبت سے بہت سہل ہے (۴) کیونکہ مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہے کہ اگر ہاتھ پیر سے کوئی کام کیا جائے تو تھوڑی دیر میں ہاتھ پیر تھک جاتے ہیں چنانچہ بوجھ اُٹھانے سے ہاتھ کو کلفت کا احساس ہوتا ہے چلنے سے پاؤں کو کلفت کا احساس ہوتا ہے مگر یہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ زبان سے بولنے میں زبان میں درد ہوا ہو یہ اور بات ہے کہ زیادہ بک بک کرنے سے دماغ تھک جائے مگر زبان نہیں تھکتی یہی وجہ ہے کہ زبان سے گناہ بہت ہوتے ہیں کیونکہ اور جتنے اعضاء ہیں وہ گناہ کرتے کرتے ایک حد پر تھک جاتے ہیں مثلاً زنا بدکاری کب تک کرے گا آخر ایک دن عاجز ہوجائیگا مگر زبان

---

(۱) اعضاء سے متعلق (۲) دل کے متعلق (۳) دل کا کام تو بہت آسان ہے (۴) دوسرے اعضاء کی نسبت بہت آسان ہے۔

کیا ممکن ہے کہ کبھی تھکے؟ تو زبان کا کام سب سے زیادہ سہل ہے۔

نعمت کی ناقدری

اور یہ سہولت اللہ تعالیٰ نے تو اس لئے رکھی تھی تاکہ نیک کام زبان سے بکثرت ہوتے مگر جن لوگوں کی عقل الٹی ہوتی ہے ان کا ہر کام الٹا ہوتا ہے

ع ہر چہ گیرد علتی علت شود (۱)

ہم نے اس نعمت کی یہ قدر کی زبان سے گناہ بکثرت شروع کردیئے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر انسان کی یہ شکایت بیان فرمائی ہے کہ وہ نعمت کی بیقدری کرتا اور اس سے الٹا کام لیتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو نمرود نے کج بحثی (۲) کی تھی اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح بیان فرماتے ہیں: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰاھِمَ فِیْ رَبِّہٖ اَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ﴾ (۳) ”کہ تم نے س شخص کو بھی دیکھا (مراد نمرود ہے کما قالہ المفسرون) (۴) جس نے ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کے بارے میں حجت لگائی (کہ خدا ہے یا نہیں) محض اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت دیدی تھی“ یہ تو ترجمہ ہوا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلطنت کا دیا جانا کفر کا باعث کیسے ہوگیا؟ تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ ملک تو اس کو اس لئے دیا گیا تھا تاکہ شکر گذار ہوکر خدا پر ایمان لاتا مگر اس نے اُلٹا کیا گویا اس کو سلطنت ناشکری کرنے کو دی گئی تھی ایسے ہی ہم لوگوں نے نعمتِ زبان سے الٹا کام لیا ہے کہ اس سے بکثرت گناہ کرتے ہیں ہم نے اس کی غایت ومقصود کو عکس کردیا (۵) جیسا ایک شخص نے ”اصلاح الرسوم“ کو دیکھ کر کہا تھا کہ اس کتاب سے ہم کو بڑا فائدہ

---

(۱) جس کے دل ہی میں بیماری ہو اسے ہر چیز بُری لگتی ہے (۲) فضول بحث (۳) سورۂ بقرۃ: ۲۵۸ (۴) جیسا کہ مفسرین نے فرمایا (۵) الٹا کردیا۔

ہوا پہلے ہم کو تقریبات کے موقعہ پر بڑی دقت ہوتی تھی کیونکہ معلوم نہ تھا کہ کیا کیا رسمیں ہوا کرتی ہیں اور ہم کو کیا کرنا چاہئیے لوگوں سے پوچھنے کی ضرورت ہوا کرتی تھی اور اب آسان نسخہ مل گیا کہ اس کتاب کو دیکھ کر سب رسمیں کرلیا کرینگے تو اس نے بھی مصنف کی خلاف مقصود کتاب سے کام لیا کیونکہ مقصود تو کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ اس سے رسوم کی اصلاح وابطال مقصود ہے غرض اللہ تعالیٰ نے زبان کے کام کو اس لئے آسان کیا تھا کہ اس سے عبادت و ذکر و تلاوت قرآن بکثرت ہوسکے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾(۱) کہ ''ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا تا کہ آپ اُس سے اہل تقوی کو بشارت دیں اور جھگڑنے والوں کو ڈرائیں'' یعنی قرآن کے یُسر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عمل زبان سے متعلق ہے اور غایت و مقصود یسر کا یہ ہے تا کہ آپ تبلیغ کرسکیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایک سہل کام پر رکھا ہے کہ دل سے تصدیق ہو اور اس کے بعد زبان ہلالو کہ وہ بھی آسان کام ہے۔

سلام کے جواب میں سر ہلانا

اور یہاں سے معلوم ہوگیا کہ بعض لوگ جو سلام کے جواب میں سر ہلاتے ہیں اور زبان سے وعلیکم السلام نہیں کہتے ہیں وہ بدمذاق ہیں کہ ٹکاسی زبان نہیں ہلاتے دھڑاسا سر ہلا دیتے ہیں (۲) ممکن ہے کوئی معقولی اس کی یہ توجیہہ کرے کہ فعل بسیط فعل مرکب سے آسان ہوتا ہے اور سر کا ہلانا اضافہ فعل بسیط ہے اور زبان کا چلانا فعل مرکب ہے کیونکہ الفاظ کو مخارج سے خاص ہیئت و ترکیب کے ساتھ ادا کرنا پڑتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس لحاظ سے اگرچہ سر ہلانا سہل ہے مگر جس

(۱) سورۂ مریم: ۹۷ (۲) چھوٹی سی زبان ہلاتے نہیں اتنا بڑا سر ہلا دیتے ہیں۔

غرض سے سلام کرتے ہیں اس غرض و غایت کے لحاظ سے زبان ہی کا فعل آسان ہے کیونکہ سر ہلانے سے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی سلام سے مقصود دعا ہے اور وہ بدوں کلام وتکلم (۱) کے حاصل نہیں ہوتی تو جولوگ سلام و جوابِ سلام میں سر ہلاتے ہیں ان کو غایات و مقاصد سے دلچسپی نہیں اور یہی بدمذاقی کی علامت ہے۔

اللہ کی عظیم رحمت

بہر حال چونکہ فعلِ لسان وفعلِ قلب بہت سہل ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے اسلام کا مدار احکامِ دنیا میں تو صرف زبان کے اقرار پر رکھا اور احکامِ آخرت میں تصدیقِ قلب بھی ضروری ہے اور جو افعال اس کے علاوہ ہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وہ مکمل اسلام ہیں اجزاءِ اسلام نہیں ہیں یعنی تارکِ صلوٰۃ کافر نہیں اور یہ نکتہ اہل سنت نے سمجھا ہے کہ جب اسلام اتنی سہل چیز ہے جو زبان ہلانے سے متعلق ہے تو اس کے اجزاء یہ امور شاقہ نہیں ہوسکتے پس مومن تارکِ صلوۃ اگرچہ معذب ہوگا مگر پٹ چھپٹ (۲) کر کسی وقت جنت میں ضرور پہنچ جائے گا پس خدا تعالیٰ کی یہ بہت بڑی رحمت ہے کہ اسلام کو پھولوں ہلکا کردیا (۳) حالانکہ یہ اتنی قیمتی شئے ہے کہ کوئی چیز اس کے برابر قیمتی نہیں کیونکہ عذاب دائمی سے نجات کا مدار اسی پر ہے اور جنت کی دائمی راحت کا استحقاق اسی سے ہوتا ہے اگر یہ سب سے زیادہ دشوار ہوتا تو بجا تھا مگر قربان جایئے رحمت حق کے کہ سب سے زیادہ ضروری چیز کو سب سے زیادہ آسان کردیا مگر صاحبو! اس رحمت کے اندر خدا کا ایک بڑا قہر بھی ظاہر ہورہا ہے وہ یہ کہ اتنا آسان کام کافر کو بہت ہی مشکل ہے کتنا تو سہل کام مگر کافر سے نہیں ہوسکتا اس کو گردن دیدینا جان کا برباد کرنا آسان ہے مگر اسلام لے آنا آسان نہیں

(۱) بغیر کلام کئے (۲) وہ مسلمان جو نماز نہ پڑھتا ہو اس کو اگرچہ عذاب ہوگا لیکن آخر کار عذاب بھگت کر جنت میں جائے گا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہے گا (۳) بہت آسان۔

آپ سمجھے کہ یہ حجاب کس چیز کا ہے؟ یہ حجاب قہرِ الٰہی کا ہے اسی وجہ سے اہل اللہ خدا کے قہر سے ہر وقت لرزاں ترساں (۱) رہتے ہیں اسی لئے کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے اعمال کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا احسان سمجھ کر شکر کریں کہ انہوں نے ہم سے کام لے لیا ورنہ ہماری کیا طاقت تھی ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　　منت شناس ازو کہ بخدمت بداشت (۲)

دینداروں کے امراض

کام کرنے والوں کو دین کا کام کرنے سے دو مرض پیدا ہوجاتے ہیں ایک کبر دوسرا توضع، مفرط کبر (۳) تو یہ ہے کہ وظیفہ پڑھ کر اپنے اوپر نگاہ کرنے لگے نماز پڑھ کر بے نمازیوں کو حقیر سمجھنے لگے تو اے نمازی تو بے نمازی کو حقیر نہ سمجھ؟ کیونکہ ؎

غافل مرو کہ مرکب مردان مردرا　　　در سنگلاخ بادیہ پہیا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش　　　ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

یعنی اپنے اوپر نگاہ نہ کرو کیونکہ تکبر کی وجہ سے بڑے بڑے عابدوں کے قدم توڑ دیئے گئے کہ منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے رستہ ہی سے واپس کردیئے گئے شیطان اور بلعم باعور (۴) وغیرہ کی حالت اس کی نظیر ہے۔

خوفِ الٰہی کا کرشمہ

اور نا امید بھی نہ ہو کیونکہ بعض دفعہ شرانجوار ایک آہ سے بہت دور پہنچ گئے

---

(۱) ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں (۲) اس بات کا احسان نہ جتاؤ کہ تم بادشاہ کی خدمت کر رہے ہو بلکہ بادشاہ کا احسان مان لو کہ اس نے تم کو خدمت کے لئے چن لیا ہے (۳) تکبر پیدا کرنے والی چیز (۴) بنی اسرائیل میں ایک بڑا عابد و زاہد شخص گذرا ہے جو مستجاب الدعوات تھا لیکن حضرت موسیٰ نبی کی مخالفت کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا اور ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوا۔

ہیں میرے ایک دوست نے ایک شخص کی حکایت بیان کی جو مارہرہ کا رہنے والا تھا اور تمام بازیوں کا جامع اور ساری بدمعاشیوں کا مجموعہ تھا جتنے بُرے کام تھے سب اس کے اندر موجود تھے مگر ایک مرتبہ دفعۃً اُس کی زبان سے یہ نکلا کہ ہائے میرا کیا انجام ہوگا؟ اس کے بعد زبان تو بند ہوگئی اور آنکھوں سے دریا کا دہانہ کھل گیا ۔

یا رب چشمۂ ایست محبت کہ من ازاں　　　یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم (۱)

غرض روتے روتے اُس کا بُرا حال ہوا نہ کھانے کا رہا نہ پینے کا تین روز تک برابر روتا رہا اور تین دن کے بعد مرگیا معلوم ہوتا ہے کہ خوفِ الٰہی نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے اور دل پھاڑ دیا تھا اس لئے واقعی وہ شہید اکبر ہوا محبت کا تیر بھی عجیب ہے کہ جب کسی کے لگتا ہے تو یہ ہی خبر نہیں ہوتی کہ کہاں سے آیا کدھر سے آیا مگر دل وجگر سے پار ہو جاتا ہے ۔

دروں سینۂ من زخم بے نشان زدۂ　　　بحیرتم کہ عجب تیرے کماں زدۂ (۲)

ایک عاشق کا حال

اس شخص کی حکایت پر مجھے ایک اور قصہ یاد آگیا جو میرے ایک اور دوست نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص سفر حج میں تھا مگر حالت یہ تھی کہ ہاتھ میں دف تھا اور گانا بجاتا جارہا تھا کسی نے کہا کہ میاں حج کے راستہ میں ناچنا گانا کیسا؟ اس نے کہا تم کیا جانو! واقعی کوئی کسی کی حالت کو کیا جانے ۔

---

(۱) یا اللہ محبت بھی ایک کیسا عجیب چشمہ ہے کہ اس کا ایک قطرہ جس کو نصیب ہوجائے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہہ جاتے ہیں (۲) میرے دل میں ایک بے نشان زخم لگا ہوا ہے حیران ہوں کہ یہ تیر کس کمان سے چلایا گیا ہے۔

بگوش گل چہ سخن گفتۂ کہ خنداں ست   بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالان ست(۱)

ہر شخص کا خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ہے جس کو دوسرے نہیں جانتے غرض جس وقت یہ شخص مکہ میں پہنچا اور اس کے رفقاء معلم کی ساتھ خانہ کعبہ کے طواف کو چلے تو دروازہ مسجد حرام پر پہنچ کر مطوف نے کہا ھـذا بیـت اللّٰہ ''یہ بیت اللہ ہے'' اس کی نظر جو درِ کعبہ پر اور غلاف پر پڑی ہے اس پر وجد طاری ہو گیا اور کہنے لگا ۔

چو رسی بکوئے دلبر بسپار جاں مضطر   کہ مبادبار دیگر نرسی بدیں تمنا(۲)

کسی کو حقیر نہ سمجھو

جب یہ حالت ہے تو تم کس بات پر کسی کو حقیر سمجھتے ہو ہاں یہ جائز ہے کہ بُرا کام کرنے والے پر غصہ کرو اس سے بغض کرو مگر اپنے سے کم نہ سمجھو اور اگر کبھی تم کو کسی کی سزا و تادیب کے واسطے مقرر کیا جائے تو خبردار اپنے کو اس سے اچھا ہرگز نہ سمجھنا ممکن ہے کہ وہ خطاوار شاہزادہ کی مثل ہو اور تم نوکر جلاد کے درجہ میں ہو جس کے متعلق سزا کا کام اور اس کے اختیارات ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خطاوار شاہزادہ کو بادشاہ جلاد کے ہاتھوں سزا دلوائے تو جلاد اس سے افضل نہیں ہوسکتا شاہزادہ سزا کے بعد بھی شاہزادہ ہی ہے اور جلاد نوکر ہی کے درجہ میں ہے پس کسی سے اپنے کو افضل نہ سمجھو جب اس کے عیب پر نظر پڑے اپنے عیب کو دیکھ لو اسی کو جامی فرماتے ہیں ۔

---

(۱) پھول کے کان میں پتہ نہیں کیا کہا ہے کہ وہ مسکرا رہا ہے اور بلبل کے کان میں معلوم نہیں کیا کہا کہ رو رہی ہے (۲) جب محبوب کے کوچے میں پہنچ جاؤ اپنی جان اس کے سپرد کر دو شاید دوبارہ پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے۔

جامی چہ لاف می زنی از پاکدامنی برخرقۂ تو ایں ہمہ داغ شراب چیست(۱)

عارف فرماتے ہیں ؎

نقد صوفی نہ ہمہ صافی بیغش باشد اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد(۲)

تقدس کا دعوٰی ہرگز جائز نہیں اپنے خرقہ کو اور اپنی عارفانہ باتوں کو ایسا سمجھو ؎

ایں خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے زیں دفتر بیمعنی غرق مئے ناب اولے(۳)

تکبر سے بچنا لازم ہے کسی کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو۔

تقررِ ابدال

شیخ عبدالحق دہلویؒ نے حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہٗ کے حال میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں ایک حکایت بڑی عبرت کی لکھی ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ کے ایک خادم بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو حضرت تہجد سے فارغ ہوکر خانقاہ سے باہر ایک طرف کو چلے میں بھی پیچھے پیچھے اس طرح ساتھ ہولیا کہ حضرت شیخ کو میری اطلاع نہ ہو اور کسی خدمت کی ضرورت ہو تو جلدی سامنے حاضر ہوسکوں یہاں تک کہ شہر پناہ بغداد کے دروازہ پر پہنچے جو مقفل تھا قفل(۴) خود بخود کھل گیا اور جب میں بھی باہر ہوگیا تو دروازہ خود بخود بند ہوگیا یہاں تک کہ تھوڑی سی دیر میں ہم ایک شہر میں پہنچ گئے جو بغداد کے قریب کبھی نہیں دیکھا گیا اس شہر میں تھوڑی دور چل کر ایک مکان میں پہنچے وہاں ایک مجمع تھا حضرت غوث اعظم کو دیکھ کر سب حضرات کھڑے ہوگئے ایک سمت سے آواز کراہنے کی آرہی تھی

(۱) جامی اپنی پاکدامنی کا کیا دعوٰی کرتے ہو تمہارے اسی تصوفی لباس پر ایسے داغ ہیں جن کے مقابلہ میں شراب نوشی کی بھی کوئی حیثیت نہیں (۲) صوفیانہ لباس پہن کر ہر شخص صوفی نہیں ہوجاتا بہت سے ایسے لباس آگ میں ڈالنے کے قابل ہیں (۳) یہ لباس جو میں نے پہنا ہوا ہے اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اس کو رہن رکھ کر شراب لے لوں ایسے متکبرانہ لباس سے بہتر ہے کہ آدمی شراب کے نشہ میں پڑا رہے (۴) تالہ لگا ہوا تھا جو خود بخود کھل گیا۔

جو تھوڑی دیر میں منقطع ہوگئی پھر کچھ پانی گرنے کی آواز آتی رہی پھر ایک چھوٹی سی جماعت ایک جنازہ کو لیکر باہر نکلی اور حضرت غوث اعظمؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اس کے بعد وہ آدمی اس جنازہ کو لیکر چلے گئے اور حاضرین میں سے ایک بزرگ نے حضرت غوث اعظمؒ سے سوال کیا کہ ان کی جگہ کس کو مقرر کیا جائے؟ آپ نے گردن جھکائی اور کچھ وقفہ کے بعد فرمایا کہ قسطنطنیہ کے کنیسہ (۱) میں اس وقت ایک نصرانی صلیب پرستی (۲) کر رہا ہے اس کو مقرر کیا جاوے تھوڑی ہی دیر میں ایک عیسائی حاضر ہوا جس کے گلے میں زُنار پڑا (۳) ہوا تھا حضرت شیخ نے حکم دیا کہ زُنار توڑ دو اور اس کو غسل دیدو غسل کے بعد فرمایا کہو اشھد انّ لا الـہ الا اللّٰـہ واشھد انّ محمّد ارسول اللّٰہ اُس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان کی جگہ اس کو مقرر کر دیا جائے یہ خادم بڑا حیران ہوا پھر صبح سے پہلے دونوں خادم و مخدوم اسی طرح بغداد میں پھر خانقاہ میں پہنچ گئے صبح کی نماز کے بعد جب حضرت شیخ معمولات سے فارغ ہوکر حجرہ سے باہر تشریف لائے تو خادم نے رات کے واقعہ کا تذکرہ کیا مجھے اس واقعہ کی حقیقت نہ معلوم ہونے سے بڑی حیرت ہے حضرت شیخ نے فرمایا کیا تم میرے ساتھ تھے کہا جی ہاں! فرمایا وہ مقام جہاں ہم گئے تھے شہر موصل ہے یہاں سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے زمین کو سمیٹ دیا تھا اور وہ جماعت ابدال کی تھی اور جس کا وہ جنازہ تھا وہ بھی ابدال میں سے تھا ان کی جگہ دوسرے کو مقرر کرنے کی ضرورت تھی اس لیے میں وہاں گیا تھا پھر جو کچھ ہوا وہ تو تمہارے سامنے ہوا۔

غرض خدا تعالیٰ کا دربار عجیب ہے وہ بعض دفعہ ایسے شخص کو قبول فرمالیتے

(۱) یہودیوں اور عیسائیوں کا عبادت خانہ (۲) عیسائی صلیب کو پوج رہا ہے (۳) وہ دھاگہ یا زنجیر جو عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔

ہیں جس کی نسبت گمان نہیں ہوسکتا کہ یہ مقبول بارگاہ ہوگا وہ دربار بڑا غنا کا دربار ہے جس کی شان یہ ہے ؎

دارد گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست[1]　　　　ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو

خدا کی شان

مگر غنا کے معنی یہ نہیں کہ وہاں اندھیر ہے انتظام نہیں ہے جس کا یہ عقیدہ ہو وہ توبہ کرے کیونکہ یہ عقیدہ کفر ہے اور جس کا عقیدہ یہ نہیں وہ بھی ایسے الفاظ سے احتراز کرے جن سے اس معنی کا ایہام ہوتا ہے جیسے بعض لوگ کسی شخص کی جوان موت پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں خدا کی ذات بڑی بے پرواہ ہے اس موقع پر اس کلمہ سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو کسی پر رحم نہیں نہ مصالح وحکم کی رعایت ہے نہ کسی بات کا انتظام؟ صاحبو خدا تعالیٰ سے زیادہ انتظام کرنے والا کون ہوگا جس کی شان قدرت یہ ہے: ﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ﴾[2] اور اس کی شان یہ ہے: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ﴾[3] اور یہ شان ہے: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى﴾[4] نظام عالم کی پختگی اور اس کی مضبوط رفتار احکم الحاکمین کے نظام کامل پر خود شاہد ہے یہ تو جملہ

(۱) جس کا دل چاہے آئے جس کا دل چاہے جائے ان درگاہ میں کوئی چوکیدار نہیں ہے (۲) ''اس کے حکم سے سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلتے ہیں اور بے تنے درخت اور تنے دار درخت دونوں (اللہ کے) مطیع ہیں اور اللہ نے آسمان کو اونچا کیا اور اللہ نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی'' سورۂ رحمٰن: ۵ تا ۷ (۳) ''اور ہر شئے اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازے سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالی شان ہے'' سورۂ رعد: ۸۔۹ (۴) ''جس نے ہر چیز کو بنایا پھر (اس کو) ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی'' سورۂ اعلیٰ: ۳۔۴۔

معترضہ تھا میں یہ کہہ رہا تھا کہ کام کرنے والوں میں دو مرض پیدا ہو جاتے ہیں ایک تکبر جس کا اب تک بیان ہوا۔

تواضع میں غلو

دوسرے تواضع مفرط یعنی بعض اس حد تک تواضع کرتے ہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کی بے قدری کرنے لگتے ہیں کہ ہمارے اعمال کیا ہیں کچھ بھی نہیں تواضع بہت عمدہ شے ہے کیونکہ عبدیت کے آثار سے ہے اور عبدیت مطلوب ہے بلکہ تمام مطالب میں اعلیٰ مقام عبدیت ہی ہے مگر بعض دفعہ تواضع اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے اپنے اعمال کی بے قدری اور تحقیر ہوتی ہے اور تحقیر اعمال کے ساتھ در پردہ خدا تعالیٰ کی شکایت بھی ہوتی ہے مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم نماز پڑھتے ہیں مگر اس میں خشوع تو ہے ہی نہیں ذکر کرتے ہیں مگر انوار بالکل نہیں ہیں گویا خدا کی شکایت کر رہے ہیں کہ دوسروں کو تو انوار دیئے ہم کو نہیں دیئے سو یاد رکھو کہ جہاں خدا تعالیٰ نے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾(۱) فرمایا ہے وہاں ﴿اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾(۲) بھی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمت کو بیان کرو اور اس کی نعمت کی قدر و عظمت کرو اس مقام پر بہت سے ناواقف شریعت کی تعلیم سے گھبرا اٹھتے ہیں کہ تواضع کرو تو عمل کی تحقیر ہوتی ہے اور عمل کی قدر کرو تو حکم یہ ہے کہ دعویٰ نہ کرو اور اسی حالت میں کسی بے باک نے کہدیا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٴ　　　باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش(۳)

---

(۱) سورۂ لقمان: ۱۸ (۱) سورۂ ضحیٰ: ۱۱ (۳) تختہ پر ہاتھ پیر باندھ کر دریا کے بیچ میں ڈالدیا پھر کہا کہ خیال کرنا کپڑے نہ بھیگ جائیں

شریعت کی خوبی

مگر یہ لوگ محقق نہیں بخدا ساری شریعت اگر نظر تحقیق سے دیکھی جائے اس کی مصداق ہے ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست(۱)

صاحبو! تمام شریعت اس کا مصداق ہے﴿یُرِیۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ﴾ (۲) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتے ہیں دشواری نہیں چاہتے اور ایک مقام پر خود ہم کو یہ دعا تعلیم فرمائی گئی ہے:﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَاۤ اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ﴾(۳)''اے پروردگار! ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ لادیئے جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر لادا گیا ہے اور اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ لادیئے جس کی (برداشت کی) ہم کو طاقت نہیں'' اور حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوچکی ہیں پس شریعت میں تحمل سے زیادہ کوئی حکم نہیں اور جو شخص کسی حکم شریعت کو تحمل سے باہر کہتا ہے وہ نصوص قرآنیہ کی تکذیب (۴) کرتا ہے شریعت تمام تر سہل (۵) ہے ہاں کسی کی آنکھیں چوندہی ہوں کہ حسن شریعت اس کو نظر نہ آتا ہو تو کوئی کیا کرے حدیث میں ہے((جئتکم بالحنيفية السمحة البيضاء ليلها ونهارها سواء))''میں تمہارے پاس ایسی آسان اور روشن شریعت لایا ہوں جس کا رات دن برابر ہے''(یعنی اوامر ونواہی سب آسان ہونے میں یکساں ہیں اور سب حکمتوں اور مصلحتوں سے لبریز ہیں) اسی لیے میں تو اکثر یہ کہا کرتا ہوں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم چو غلام آفتاب ہمہ ز آفتاب گویم(۶)

---

(۱) سر سے پیر تک پوری شریعت ایسی ہے کہ اس کے ہر حکم پر جان دینے کو دل چاہتا ہے (۲) سورۂ بقرہ:۱۸۵ (۳) سورۂ بقرہ:۲۸۶ (۴) قرآنی حکم کو جھٹلاتا ہے (۵) آسان (۶) نہ میں رات ہوں نہ رات کا پجاری کہ خواب کی باتیں کروں میں تو آفتاب نبوت کا غلام ہوں آپ ﷺ سے سنی ہوئی باتیں ہی کرونگا۔

اور مولانا فرماتے ہیں ؂

کوے نومیدی مرو کامید ہاست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست (۱)

حلِ اشکال

اور اب اس اشکال کا حل سنیئے وہ یہ ہے کہ تم یوں کہو اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو نماز کی توفیق دی ورنہ ہماری کیا مجال تھی جو آپ کی بندگی کر لیتے ؂

واللّٰہ لولاہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا (۲)

اب شکر و تواضع دونوں جمع ہو گئے دعوی بھی قطع ہو گیا اور اعمال کی بے قدری بھی نہ ہوئی اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؂

بحر تلخ و بحر شیریں ہمعناں درمیاں شان برزخ لا یبغیاں (۳)

کاملین کا حال

اسی لئے کامل وہ ہے جو اپنے اعمال صالحہ کو ظاہر کرے اخفاء کا اہتمام نہ کرے تاکہ: ﴿ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴾ پر عمل ہو جائے ہاں متوسط کو اظہار مضر ہوتا ہے مگر وہ اس لئے کہ اس کی نظر میں اغیار ہیں اور کامل کی نظر سے اغیار مفقود ہو چکے ہیں وہ نہ کسی کے واسطے کوئی عمل کرتا ہے نہ کسی کی وجہ سے کسی عمل کو ترک کرتا ہے اس کی نظر صرف ایک ذات پر ہے باقی سب مخلوق اس کی نظر سے غائب ہیں اس کے نزدیک آدمی میں اور مسجد کی دیوار اور بوریئے میں کچھ فرق نہیں پھر وہ کسی سے چھپ کر عمل کیوں کرے، کسی نے مسجد کی دیوار سے بھی اخفاء کا اہتمام

(۱) امید کے ہوتے ہوئے مایوسی کی باتیں نہ کرو آفتاب نبوت کی موجودگی میں کفر کی تاریکی میں نہ جاؤ (۲) خدا کی قسم اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ ہم ہدایت پاتے نہ صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے (۳) کڑوا اور میٹھا دونوں دریا ساتھ ساتھ چل رہے ہیں عالم برزخ کی طرح دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے۔

کیا ہے دوسرے عارف کو ہر چیز مظہر حق اور مرآۃ جمال حق نظر آتی ہے اور اخفاء ہوتا ہے غیر سے اس لئے اس کو کسی سے اخفاء کا اہتمام نہیں اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں ؎

ہر چہ بینم درجہاں غیر تو نیست   یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو (۱)

توئی سے ذات مراد ہے اور خوئی تو سے صفات اور بوئے تو سے افعال مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ عالم میں بعض دفعہ تو عارف کو ذات حق کا مشاہدہ بلاواسطہ بلاکیف ہوتا ہے مثلاً اوقات خلوت و عبادت میں کبھی بواسطہ ہوتا ہے کیونکہ جتنی مخلوقات ہیں ان میں صفات حق کا ظہور ہورہا ہے اور تصرفات حق جلوہ نما ہیں پس عارف ہر چیز پر نظر ڈالتے ہوئے یہ دیکھتا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی کس صفت کا ظہور ہوا ہے صفتِ کمال کا یا صفتِ جمال کا یا صفتِ جلال کا اور حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے اور کس طرح تصرف فرمارہے ہیں تو اب کوئی چیز اس کے لئے حاجب حق (۲) نہیں بلکہ مرآۃ جمال وجلال (۳) حق ہے۔

ہمارے اعمال کی حقیقت

اسی لئے ایک عارف نے کسی شاعر کا جو یہ قول سنا ؎

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا   نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

تو فوراً اس کی یوں اصلاح کی ؎

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا   تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے

---

(۱) جہاں میں تیرے سوا مجھے کچھ نہیں دکھائی دیتا یا تیری ذات ہے یا صفات وافعال ہیں (۲) حق سے مانع نہیں (۳) بلکہ اللہ کے جمال وجلال کا آئینہ ہے۔

مولانا اسی مضمون کو ایک مثال سے واضح کر کے بیان فرماتے ہیں ؎

ماہمہ شیران ولے شیر علم حملہ شان از باد باشد دمبدم

حملہ شان و ناپیداست باد آنچہ نا پیداست ہرگز کم مباد

یعنی ظاہر میں ہم بھی شیر معلوم ہوتے ہیں مگر ہم ایسے شیر ہیں جیسے جھنڈے پر شیر کی تصویر ہوتی ہے کہ جس وقت ہوا سے جھنڈا ہلا ہے یوں معلوم ہوا ہے کہ شیر حملہ کر رہا ہے لیکن شیر کا حملہ تو نظر آتا ہے ہوا نظر نہیں آتی اسی طرح یہاں سمجھو کہ ظاہر میں تم کام کرتے ہوئے نظر آتے ہو مگر حقیقت میں کوئی دوسری قوت ہے جو تم کو نچا رہی اور تم سے کام لے رہی ہے لیکن تم تو نظر آتے ہو اور وہ کام لینے والا نظر نہیں آتا مگر دل میں اس کا یقین ضرور ہے اور اسی کی بابت دعا فرماتے ہیں ؎

آنچہ نا پیداست ہرگز کم مباد

یعنی از دل ما کہ جو کام لینے والا نظر نہیں آتا خدا کرے اس کی یاد ہمارے دل سے کم نہ ہو یہ تفسیر حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ (۱) کے پاس پہنچ کر معلوم ہوئی ورنہ یہ شعر حل ہی نہ ہوتا تھا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے یک دہان پنہان ست در لب ہائے وے

یک دہاں نالان شدہ سوئے شما ہائے دہوئے درفگندہ در سما (۲)

---

(۱) حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (۲) بانسری کی طرح ہر چیز کے دو منہ ہیں جیسے اس کا ایک منہ ہونٹوں میں دبا ہوتا ہے جو اصل آواز نکلنے کا سبب ہے دوسرا منہ باہر ہوتا ہے جس سے آواز نکلتی محسوس ہوتی اصل سبب تک نظر نہیں جاتی اسی طرح دنیا میں سارے اعمال کے ظاہری سبب پر نظر ہوتی ہے حقیقی سبب منشاء الٰہی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

من چو کلکم درمیان اصبعین نیستم درصف طاعت بین بین (۱)

کہ ہماری ایسی مثال ہے جیسے انگلیوں کے درمیان قلم ہوتا ہے کہ بظاہر کتابت قلم سے ظاہر ہورہی ہے مگر حقیقت میں کام لینے والا دوسرا ہے اگر وہ کام نہ لے تو قلم کی کیا مجال ہے کہ ایک حرف بھی لکھ سکے چونکہ یہ حقائق عارف پر منکشف ہیں اس لئے غیر پر اس کی نظر نہیں رہتی پھر وہ کس سے اپنے عمل کو چھپائے ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخفاء عمل عمدہ حالت ہے مگر کمال یہ ہے کہ اظہار ہو مگر دعویٰ نہ ہو۔

درجہ کمال

اور اس سے بڑھ کر کمال یہ ہے کہ اگر دعویٰ بھی ہو مگر اپنے اوپر نظر نہ ہو شاید بعض لوگ اس کو نہ سمجھے ہونگے اس لئے میں اس کی تفصیل کرتا ہوں کہ دعویٰ اور تکبر بھی وہ ممنوع ہے جس میں اپنے اوپر نظر ہو اور اگر اپنے اوپر نظر نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ پر نظر ہو تو بعض مقامات میں رسول اللہ ﷺ نے صورت دعویٰ اور صورت تکبر کو جائز فرمایا ہے حدیث میں ہے کہ دو مقام میں تکبر جائز ہے ایک صف قتال میں دوسرے صدقہ دیتے ہوئے تو ظاہر میں یہ تکبر معلوم ہوتا ہے۔

منصور کے کلمہ ''انا الحق'' کی حقیقت

مگر اصل میں وہ شخص اس وقت منصور کے مثل ہے کہ انہوں نے انا الحق (۱) کہا تھا مگر وہ اس وقت شجرہ طور کے مثل تھے شجرہ طور سے بھی انی انا اللّٰہ

(۱) میں تو ایک ایسے قلم کی مانند ہوں جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا اور ان کی مرضی پر چلتا ہے میری کسی عبادت میں میرا کمال نہیں ہے (۲) میں اللہ ہوں۔

رب العٰلمین (۱) نکل رہا تھا مگر کیا وہ درخت اپنے کو خدا کہہ رہا تھا ہرگز نہیں بلکہ کہنے والے حق تعالیٰ تھے شجرہ محض واسطہ اور آلہ تھا اسی طرح منصور کی زبان سے جو انا الحق نکلا اس وقت وہ خود نہ کہہ رہے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے تجلی کلامی فرما رہے تھے آخر اس میں تعجب کیا ہے؟ جب شجرہ کی زبان سے اللہ تعالیٰ تکلم (۲) فرما سکتے ہیں تو منصور کی زبان سے کیوں نہیں فرما سکتے۔

اسی طرح ایک بزرگ کے پاس ایک شخص اپنے لڑکے کو لایا جو اندھا پیدا ہوا تھا اور کہا حضرت اس کے لئے دعا کر دیجئے انہوں نے فرمایا کہ کیا میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں جو اندھوں کو سوانکھا (۳) کروں وہ شخص مایوس ہو کر چلا گیا تو دفعۃً ان بزرگ کی زبان سے نکلا ''باز آرید ماکنیم ماکنیم'' (۴) کہ اس کو واپس لاؤ ہم اس کو اچھا کر دیں گے ہم کر دیں گے چنانچہ خدام نے یہ سن کر اس شخص کو واپس بلایا آپ نے دعا کی اور بچہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ بینا ہو گیا اس کے بعد کسی خادم نے پوچھا کہ اول تو آپ نے اس شخص کی درخواست کو اس سختی کے ساتھ رد کیا تھا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں اور اس کے بعد اس دعویٰ کے ساتھ فرمایا ''ماکنیم ماکنیم'' انہوں نے جواب دیا کہ یہ لفظ میں نے نہیں کہا بلکہ جب میں نے یہ جواب دیا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں تو مجھے الہام کے ذریعہ سے عتاب ہوا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو اچھا کرتے تھے جو تم نے یہ جواب دیا بلکہ ہم اچھا کرتے تھے اور ہم اب بھی موجود ہیں پھر تم نے یہ جواب کیوں دیا اس الہام میں حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہو رہا تھا ''ماکنیم ماکنیم'' (۵) وہی بیساختہ میری زبان پر

(۱) کوہ طور کے ایک درخت سے آواز نکل رہی تھی میں ہی اللہ ہوں تمام جہانوں کا پالنے والا (۲) اللہ کلام کر سکتے ہیں (۳) نابینا کو بینا کر دوں (۴) واپس لاؤ میں کرونگا میں کرونگا (۵) اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ میں کرتا ہوں میں کرتا ہوں جو ان کی زبان سے نکلا جیسے درخت سے اللہ کا کلام نکلا تھا۔

جاری ہوگیا تو اس واقعہ میں یہ بزرگ بھی مثل شجرۂ طور کے تھے اور ان کا حال بھی مثل منصور کے تھا اس لئے صورت دعویٰ بعض صورتوں میں جائز ہے جو حدیث میں مذکور ہیں اور حقیقی دعویٰ حرام ہے۔

اظہار واخفاءِ عمل کا موقع محل

پس اظہارِ عمل مطلقاً نقص نہیں اور نہ اخفائے عمل (۱) مطلقاً کمال ہے بلکہ نقص (۲) جب ہے کہ اپنے اوپر نظر ہو اور کمال جب ہے کہ اپنے اوپر نظر نہ ہو بلکہ صرف خالق جل وعلا پر نظر ہو پس گو اخفائے عمل متوسط کے لئے محمود ہے مگر کمال نہیں مگر متوسط کے لئے بھی فرض نماز کو تنہائی میں ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ فرض سے قرب زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ قرب میں اخفاء نہیں ہوا کرتا چنانچہ جو شخص بادشاہ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے بادشاہ برسر دربار (۳) اس کے درجہ اور منصب کو ظاہر کرتا ہے اور جس کو کم قرب ہوتا ہے اس کے قرب کو برسر دربار ظاہر نہیں کیا جاتا غرض فرض نماز چونکہ خاص قرب کا وقت ہے اس لئے اس کا اخفاء جائز نہیں بلکہ اشاعت فرض ہے اور جو لوگ اس واسطے اپنے اعمال صالحہ کا اخفاء کرتے ہیں تا کہ لوگ ملامت نہ کریں اور یوں نہ کہیں کہ یہ بزرگ بننا چاہتا ہے یا ریاکاری کرتا ہے ان کو اس خیال سے بھی اخفاء نہ کرنا چاہئے بلکہ اپنے کام میں لگیں اور ملامت سے نہ ڈریں کیونکہ عاشق کو ملامت محبت سے مانع نہیں ہوا کرتی بلکہ ملامت سے تو عشق کی گرم بازاری ہے ؎

خوشا رسوائی کوے ملامت نساز و عشق را گنج سلامت (۴)

---

(۱) اپنے عمل کو چھپانا (۲) عیب (۳) درباریوں کے سامنے (۴) ملامت کے کوچے کی رسوائی بھی خوب ہے کہ اس کے بغیر عشق کا خزانہ محفوظ نہیں رہتا۔

متنبّی کہتا ہے ؎

عـذل العواذل حول قلبی التائه وهـوی الاحبة منه فی سودائه (۱)

بلکہ محبت تو بعض دفعہ چھپانے سے بھی نہیں چھپتی ؎

می تواں داشت نہاں عشق زمردم لیکن زردیٔ رنگ رخ وخشکیٔ لب راچہ علاج (۲)

یہ تو عشق مجازی کی حالت ہے اور عشق حقیقی کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک ہیں باشی اگر صاحب دلی (۳)

اعمال صالحہ کی قدر کرو

تو جب اعمال صالحہ کو تکلف کے ساتھ چھپانے کی بھی اجازت نہیں الاالعذر خاص (۴) تو ان کی بے قدری اور تحقیر کی کب اجازت ہوسکتی ہے رہا یہ کہ نماز میں خشوع نہیں اور ذکر وغیرہ میں انوار نہیں اس لئے ہم ان کو کالعدم اور حقیر سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ خشوع نہ ہو انوار نہ ہوں جب بھی تم اعمال کی بے قدری نہ کرو کیونکہ ''بلا بودے اگر اینہم نہ بودے'' (۵) اگر یہ بھی نہ ہوتے تو کیا ہوتا یہ تھوڑی نعمت ہے کہ تم نماز تو پڑھتے ہو گو ناقص ہی سہی اللہ کا نام لیتے ہو گو اعلیٰ درجہ میں نہ سہی ہاں تکمیل میں سعی کرتے رہنا لازم ہے مولانا جامیؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے فرمایا وہ تم سے پھر بھی اچھا ہے کہ خدا کا نام تو لیتا ہے تم تو ریا سے بھی خدا کا نام نہیں لیتے قیامت میں اس کا ذکرِ ریائی ٹمٹماتا ہوا چراغ بن کر

(۱) معترضین کے اشکالات واعتراضات دل کے اردگرد ہیں جبکہ محبوب کی محبت دل کی گہرائی میں ہے (۲) وہ اپنے عشق کو لوگوں سے چھپانا چاہتا ہے لیکن چہرے کی زردی اور ہونٹوں کی خشکی کا کیا علاج ہے (۳) نور حق ولی کے چہرے سے ظاہر ہوجاتا ہے اگر کوئی صاحب دل ہو تو اس کی نیکی کو دیکھ سکتا ہے (۴) مگر کسی خاص عذر کی وجہ سے (۵) اگر اس کی بھی توفیق نہ ہوتی تو اور مصیبت تھی۔

پلصراط سے اس کو پار کردیگا مگر تمہارے پاس تو ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی نہیں یہ ہیں محقق لوگ جو اعمال صالحہ کی اتنی قدر کرتے ہیں غرض کام نہ کرنے والے سے پھر بہت اچھا ہے کہ کچھ کرتا تو ہے اور جو بالکل نہیں کرتا وہ تو بالکل محروم ہے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ سے کسی نے ایک مجمع صلحاء کے بارے میں جو ایک دینی کام کے لئے اٹھے تھے مگر ناکام رہے طعن کے طور پر کہا کہ ان لوگوں نے ناحق اس میدان میں قدم ڈالا کیا حاصل ہوا تو مولانا نے اس کے جواب میں سودا کا یہ قطعہ پڑھدیا ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن بازی اگر پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

توفیق عمل پر شکر کرو

پس اپنے نیک اعمال کی تحقیر و بے قدری بھی نہ کرو اور نہ اپنے آپ کو بزرگ اور بڑا سمجھو بلکہ اپنی ایسی مثال سمجھو جیسے بادشاہ کسی چمار(۱) کو قیمتی موتی دیدے ظاہر ہے کہ اس صورت میں چمار اپنے کو چمار ہی سمجھے گا اور موتی کو موتی سمجھے گا یہ نہیں کہ موتی کے آجانے سے وہ اپنے کو سید یا پٹھان سمجھنے لگے یا موتی کو اپنے ہاتھ میں آنے سے کانچ سمجھنے لگے اگر ایسا کریگا تو عتاب شاہی میں گرفتار ہوگا ہاں یہ ضرور ہے کہ موتی ملنے کے بعد اس کو پہلے سے زیادہ بادشاہ کا خوف ہوگا کہ مجھ کو بڑی شے ملی ہے خدا خیر کرے اور مجھے اس کی حفاظت کی توفیق دے ایسا نہ ہو کہ مجھ سے اس کی حفاظت وقدر دانی میں کوتاہی ہوجائے اور بادشاہ ناراض ہو اسی طرح جس کو نماز کی توفیق ہوگئی ہے وہ نماز کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ وہ تو بڑا قیمتی جوہر ہے

(۱) بھنگی۔

مگر اپنے کو چمار ہی سمجھے اور نماز کی حفاظت و قدر میں پوری کوشش کرے کیونکہ قانون الٰہی یہ ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (۱) اگر میری نعمت کی قدر کروگے تو اور زیادہ دونگا اور بے قدری کروگے تو سن لو میرا عذاب بہت سخت ہے اگر نعمت میں ترقی چاہو تو اس کی قدر کرو کیونکہ ناشکری سے نعمت سلب ہوجاتی ہے اور نعمت کا شکر یہ بھی ہے کہ اس کو ظاہر کرو مگر دعویٰ و تکبر نہ کرو رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس طرح جمع فرمایا ہے ((انا سید ولد آدم ولا فخر)) میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہوں حضرات انبیاء اور اولیاء کاملین کی زبان سے جو ایسی باتیں نکلتی ہیں درحقیقت اس وقت وہ خود نہیں کہتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے کہلواتے ہیں اور اس وقت ان کے دل میں تکبر کا شائبہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سفیر ہوتے ہیں اور سفیر اداء سفارت کی وقت جو کہتا ہے اپنے مالک کی طرف سے کہتا ہے جیسے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک اردلی حاکم کے سامنے بڑے بڑے رؤساء اور نوابوں کو نام لیکر پکارتا ہے کہ فلاں شخص حاضر ہے اور یقیناً وہ جانتا ہے کہ اس رئیس اور نواب کے سامنے میری کچھ بھی ہستی نہیں مگر حاکم کے حکم سے اجلاس کی وقت وہ سب کا نام لیکر پکارتا ہے پس ایسی تواضع اختیار کرو جس میں اعمال کی بے قدری نہ ہو اور تکبر سے ہمیشہ بچو کیونکہ جو کچھ اعمال تم کر رہے ہو خود نہیں کر رہے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ تم سے کام لے رہے ہیں انہوں نے تمہارے واسطے اس کو آسان کردیا ہے اگر وہ آسان نہ کرتے تو تمہاری کیا مجال تھی دیکھو! اسلام کس قدر آسان ہے مگر اسی کے لئے آسان ہے جس پر خدا نے اس کو آسان کردیا ورنہ

---

(۱) ''اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ وہ نعمت دونگا اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے''
سورۂ ابراہیم: ۷۔

کفار اسلام کیوں نہیں لے آتے معلوم ہوا کہ جس کو وہ توفیق نہ دیں اس کو آسان کام بھی دشوار ہے۔

نماز کے بھاری ہونے کی وجہ

یہی حال نماز کا ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں: ﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾(۱) کہ نماز بے شک گراں ہے مگر خاشعین پر گراں نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ خاشعین کون ہیں؟ وہ وہ لوگ ہیں جو لقاء اللہ کا یقین رکھتے ہیں واقعی یہ عجیب کلام ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ نماز کی گرانی کا سبب زیادہ تر یہ ہے کہ نفس آزادی کا عادی ہے اور نماز پابندی ہے اور ظاہری پابندی نفس پر اتنی گراں نہیں جتنی باطنی پابندی گراں ہے کہ نماز میں سب طرح کے خیالات سے خالی ہو کر صرف نماز کی یا خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے کیونکہ کہ نفس تو میدان خیالات میں چکر لگانے کا عادی ہے۔

نماز میں خشوع حاصل ہونے کا طریقہ

تو اس کا علاج یہ ہے کہ نفس کو سکون کا عادی بنایا جائے کیونکہ العلاج بالضد (۲) اور حرکت کی ضد سکون ہی ہے پھر سکون کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ نفس کو تمام خیالات سے خالی کیا جائے ایک یہ کہ کسی ایک خیال میں لگا دیا جائے

(۱) ''اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا وہ بے شک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ بے شک اپنے رب کی طرف واپس ہو جانے والے ہیں'' سورۂ بقرہ: ۴۵۔۴۶ (۲) کیونکہ علاج ضد سے کیا جاتا ہے گرمی سے بخار ہو تو ٹھنڈی دوا دی جاتی ہے

جس سے دوسرے خیالات خود دفع ہوجاوینگے ظاہر ہے کہ پہلی صورت دشوار ہے جونفس رات دن خیالات میں چکر لگانے کا عادی ہے وہ تمام خیالات سے دفعۃً خالی کیونکر ہوسکتا ہے اس لئے سہل تدبیر یہی ہے کہ اس کوکسی ایک خیال میں مستغرق کردیا جائے خاص کر ایسے خیال میں جو ہادم لذات و ہادم جملہ خیالات ہو(۱) حق تعالیٰ نے خشوع کا یہی طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ خاشعین وہ ہیں جو لقاء اللہ کا یقین رکھتے ہیں یعنی مراقبۂ آخرت میں مشغول ہیں (۲) اور مراقبۂ آخرت کا جمنا بھی دفعۃً سہل نہیں (۳) کیونکہ آخرت مشاہد نہیں اور غیر مشاہد کا خیال دیر سے دل میں جمتا ہے اس لئے اس کا طریقہ یہ بتلایا کہ ﴿ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾

کا مراقبۂ کیا جائے یعنی موت کا اور موت کے واقعات رات دن مشاہدہ سے گذرتے رہتے ہیں پس اول موت کا مراقبہ کیا جائے اور اس کو راسخ کرلیا جائے یہ ایسا مراقبہ ہے جو دنیا سے دل سرد کردیگا اور تمام خیالات کوختم کردیگا پھر لقاء اللہ کا مراقبہ(۴) کیا جائے کہ مرنے کے بعد ہم خدا کے سامنے کھڑے ہونگے وہاں حساب کتاب اعمال کا ہوگا جو شخص اس مراقبہ کا عادی ہوجائیگا اس کو سکون قلب حاصل ہوجائیگا کیونکہ جس دل میں خدا کی یاد جم جاتی ہے پھر سب خیالات اس کے اندر سے نکل جاتے ہیں ۔

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت ۔۔۔ مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت (۵)

---

(۱) جو تمام لذتوں کو اور تمام خیالات کو توڑنے والا ہوا (۲) ہر وقت آخرت کے خیال میں ڈوبے ہوئے ہیں (۳) آخرت کا خیال دل میں جم جانا اتنا آسان نہیں ہے (۴) اللہ سے ملنے کا خیال دل میں جمایا جائے (۵) اے عشق تجھے مبارک ہو کہ شرکت کی سوزش ختم ہوگئی اور دل میں صرف اللہ کی یاد بس گئی باقی سب کچھ دل سے نکل گیا۔

نماز میں مراقبہ موت کا طریقہ

(احقر جامع (۱) عرض کرتا ہے کہ اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ تکمیل نماز کے لئے مراقبۂ موت و مراقبہ لقاء اللہ کا عادی ہونا چاہئے اور میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ آیت میں یہ مراد ہے کہ عین نماز کے اندر بھی اس مراقبہ میں قلب کو مشغول کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ نمازی نماز کی ہیئت میں غور کرے کہ میں جو تمام دنیا سے رخ پھیر کر ہاتھ باندھ کر اس طرح کھڑا ہوں کہ نہ کسی سے بات کر سکتا ہوں نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہوں نہ کھا پی سکتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں اور ان سے عرض معروض کر رہا ہوں پھر قیام کی حالت میں یہ سوچے کہ خدا تعالیٰ کے مجھ پر کس قدر احسانات و انعامات ہیں جن کا شکریہ میرے ذمہ واجب ہے اور سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکریہ ادا کر رہا اور اس کی ربوبیت کا اقرار اور اپنی عبدیت کا اعتراف کر رہا ہوں اور اسی عبدیت پر قائم رہنے اور اہل عبدیت کے طریقہ پر چلنے کی دعا کر رہا ہوں اور جو لوگ طریق عبدیت سے بہک گئے اور لعنت و غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اُن کے طریقہ سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہوں اور جو قانون الٰہی تکمیل طریق عبدیت کے لئے نازل ہوا ہے اس پر ہمیشہ چلنے کا عہد کر رہا ہوں فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے کا یہی مطلب ہے پھر جب رکوع میں جائے تو یہ سوچے کہ میری پیدائش اسی مٹی اور زمین سے ہے جو میرے پاؤں تلے ہے زمین کی خاک سے جیتا جاگتا سمیع و بصیر (۲) انسان پیدا ہو جانا محض خالق جل وعلا کی قدرت ہے اور جس کی پیدائش زمین کی خاک اور اس کی نباتات وغیرہ سے ہو اس

(۱) علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب قدس سرہٗ (۲) سننے دیکھنے والا۔

کو عبدیت اور بندگی کے سوا کچھ زیبا نہیں بڑائی اور بزرگی صرف خالق وعلا کو زیبا ہے جو تمام عیوب سے بری ہے اسی لئے نماز میں بار بار اللہ اکبر کہا جاتا ہے کہ اے خدا ہم نے آپ کی عظمت کے سامنے اپنی خیالی عزت کو قربان کردیا پھر سجدہ میں جاتے ہوئے یہ سوچ کہ مجھے ایک دن زمین کے اندر پیوند ہونا ہے اور اس وقت خدا کے سوا میرا ساتھ دینے والا کوئی نہ ہوگا دنیا سے میرا نام ہی مٹ جائیگا اور نشان بھی اس کے بعد دوسرے سجدہ میں یہ تصور کرے کہ گویا میں مر چکا اور خدا سے مل گیا ہوں اب خدا کے سوا کوئی میرے ساتھ نہیں پھر جلسۂ تشہد میں یہ سوچ کہ مرنے کے بعد پھر ایک زندگی ہوگی جہاں اسلام اور اعمال و اقوال و احوال صالحہ ہی کام آئیں گے جو اللہ کے واسطے کئے گئے ہوں اور سیدنا رسول اللہ ﷺ اور جملہ انبیاء و حضرات ملائکہ اور تمام نیک بندوں کی عزت ظاہر ہوگی کہ وہ گنہگاروں کی شفاعت کریں گے لہذا ان پر سلام بھیج کر ان سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے پھر چونکہ امت محمدیہ ﷺ کو سیدنا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ہے اس لئے اخیر رکعت میں آپ پر خصوصیت کے ساتھ درود شریف پڑھنا چاہیئے جب یہ تصور جم جائے تو اس کے بعد جلسہ میں یوں تصور کرے کہ گویا مرنے کے بعد یہ میدان قیامت میں حاضر ہوا ہے اور تمام اعمال وافعال واقوال جو دنیا میں کئے ہیں اس کے سامنے ہیں جن میں سے وہی کام آرہے ہیں جو اللہ کے واسطے کئے گئے اور رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیا وصلحاؤ ملائکہ کی جماعت کے سامنے ہے جو دربار الٰہی میں حاضر ہیں اور میں ان سب پر درود شریف وسلام بھیج رہا ہوں اور اخیر میں اپنے لئے کامیابی ونجات و فلاح کی دعا کررہا ہوں اور اسی واسطے آیت میں لفظ یـظـنـون اختیار کیا گیا ہے حالانکہ لقاء اللہ کا تو اعتقاد جازم فرض(۱) ہے محض ظن(۲) کافی نہیں مگر

---

(۱) پکا یقین رکھنا فرض ہے (۲) صرف گمان کافی نہیں۔

چونکہ مقصود یہ ہے کہ نماز میں لقاء اللہ و رجوع الی اللہ کا استحضار کیا جائے اور یہ استحضار درجہ وقوع میں لازم نہیں بلکہ اس کا ظن اور تصور بھی نماز میں کافی ہے کہ گویا میں اسی وقت خدا کے سامنے حاضر ہوں اور مر گیا ہوں یا مرنے والا ہوں اور گویا میں اسی وقت عالم آخرت میں حاضر ہوں اس واسطے لفظ ظن اختیار کیا گیا اس طرح نماز پڑھنے سے خشوع حاصل ہو جائے گا اور تمام خیالات وساوس قلب سے نکل جائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم)۔

بغیر توفیق الٰہی آسان کام بھی مشکل ہے

صاحبو! قرآن عجیب کیمیاء ہے جس میں سارا کام مفت ہی ہے مگر ذرا اسی نگہداشت ہمارے ذمہ ہے اور جتنے طریقے سلوک کے ہیں جو دوسرے مذاہب میں معمول بہا ہیں ان کی مثال اس کیمیاء کے مشابہ ہے جس میں اکیس روپے خرچ کئے جائیں اور مال بیس کا بھی حاصل نہ ہو اور شریعت مقدسہ کی کیمیاء ایسی ہے جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کچھ نہیں شریعت مقدسہ نے بڑے سے بڑے کام کو بھی ایسا آسان کر دیا ہے کہ پھول سے زیادہ ہلکا ہو گیا ہے مگر توفیق نہ ہو تو وہ بھی سخت مشکل ہے غور تو کیجئے کہ اسلام میں کیا دشواری ہے رحمت ہی رحمت اور سہولت ہی سہولت ہے مگر توفیق رفیق نہ ہو تو بہت مشکل ہے ایک تو یہ جز وہ ہے اجزاء ثلاثہ مذکورہ فی الحدیث میں سے جس کا بیان کرنا مقصود نہ تھا مگر چونکہ جزو مقصود ((الحج یھدم ما کان قبلہ)) کے لئے معین تھا جیسا عنقریب اسکا بیان ہوتا ہے اس لئے اس کا مفصل بیان کر دیا گیا۔

حکمِ ہجرت

دوسرا جزو یہ ہے ((الهجرة تهدم ما كان قبلها)) کہ ہجرت بھی پہلے گناہ گرادیتی ہے ہجرت کے معنی ہجرت دارِ خوف سے دارامن کی طرف' کیونکہ دارالکفر دو قسم کے ہیں ایک دارالخوف جس میں شعائر اسلام ظاہر کرنے پر مسلمانوں کو قدرت نہ ہو بلکہ اس اظہار میں جان و مال کا خطرہ ہو دوسرا دارالامن جہاں سلطنت تو کافر کی ہے مگر مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے کہ وہ شعائر اسلام کو بے خوف وخطر ظاہر کر سکتے ہیں اور ہجرت اس دارالکفر سے فرض ہے جو دارالخوف بھی ہو اور دارالکفر دارالامن ہو وہاں سے ہجرت فرض نہیں تو جاہلوں کا یہ شبہ دور ہو گیا کہ اگر ہندوستان دارالکفر ہے تو یہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی جاتی اس شبہ کا جواب ہمارے استاد محقق و مدقق مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے خوب دیا تھا کہ مکہ معظّمہ سے جبکہ وہ دارالحرب تھا پہلی ہجرت صحابہ رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف کی ہے جہاں اس وقت تک اسلام موجود نہ تھا پس حبشہ بھی اس وقت دارالحرب تھا اور وہاں جانے والوں کو مہاجر کہا گیا اور صحابہ وہاں ہجرت کر کے اسی واسطے گئے کہ وہ دارالامن تھا اور ان کی یہ ہجرت معتبر ہوئی اور ان کو ہجرت کا ثواب بھی ملا پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان کا لقب ذوالہجرتین (۱) ہوا پس معلوم ہوا کہ دارالامن گو دارالایمان نہ ہو بلکہ دارالکفر ہی ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہیں بلکہ وہ تو خود ہجرت گاہ بن سکتا ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ دارالایمان کی طرف ہجرت کرنا افضل ہے مگر اداءِ فرض کے لئے دارالامن کی طرف ہجرت بھی کافی ہے جو شخص دارخوف سے دارالامن کی طرف بھی ہجرت نہ کرے وہ تارک

(۱) دو دفعہ ہجرت کرنے والے۔

فرض ہے اور اسی کے لئے سخت وعید ہے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا‌ؕ فَاُولٰٓـئِكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ حِيۡلَةً وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ سَبِيۡلًا فَاُولٰٓـئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا﴾(۱) ''جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر (ترک ہجرت سے) ظلم کرنے والے تھے ان سے ملائکہ نے کہا کہ تم کس کام میں تھے انہوں نے جوابدیا کہ ہم اس سرزمین میں محض مغلوب اور کمزور تھے فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس کے کسی حصہ میں ہجرت کرجاتے (اس کا ان کے پاس کچھ جواب نہ تھا) ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جائے بازگشت ہے ہاں مگر وہ مرد اور وہ عورتیں اور بچے جو واقعی مغلوب و کمزور تھے جو نہ کوئی تدبیر (ہجرت کی) کرسکتے تھے اور نہ ان کو کوئی راہ ملتی تھی ان کو امید ہے کہ خدا تعالیٰ معاف کردیں اور اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے مغفرت کرنے والے ہی ہیں (وہ عذاب کے لئے بہانہ نہیں ڈھونڈتے بلکہ اسی کو عذاب کرتے ہیں جو بلاوجہ گناہ کا مرتکب ہو ۱۲''۔

شبہ کا جواب

جو لوگ محض ترجمہ دیکھ کر محقق بننے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ﴾ میں امید کے لفظ سے یہ شبہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو شک کے ساتھ کیوں بیان فرمایا ان کو تو اپنے فعل کا یقین ہے پھر یقینی بات کو یقین

(۱) سورۂ نساء: ۹۷ تا ۹۹۔

کے لفظ سے بیان کرنا چاہئے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تم نے محض ترجمہ دیکھا ہے قرآن کو سمجھا نہیں ہے اس واسطے یہ شبہ ہوا تم کو چاہئے کہ پہلے یہ بھی دیکھ لو کہ یہاں متکلم کون ہے اور مخاطب کون ہیں سو ظاہر ہے کہ متکلم حق تعالیٰ شانہ احکم الحاکمین ہیں پس خدا تعالیٰ کے کلام کو شاہانہ محاورات پر منطبق کر کے دیکھو یہ عامیانہ محاورات پر منطبق نہ کرو اور شاہانہ محاورات میں وعدہ جازمہ (۱) کے لئے بھی امید ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اسی سے ڈپٹی صاحب دہلوی کے ترجمہ کی غلطی معلوم ہوگئی جنہوں نے دہلی کی بازاری زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے چنانچہ ایک جگہ ''ٹامک ٹوئیاں'' مارنا استعمال کیا ہے ایک جگہ ''کبڈی کھیلنا'' لکھا ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ الفاظ شاہی زبان میں استعمال نہیں ہوتے مترجم قرآن کو لازم ہے کہ ترجمہ میں شاہانہ طرز وانداز کو ہاتھ سے نہ دے جو قرآن کا خاص طرز ہے عربی داں طبقہ خوب جانتا ہے کہ قرآن کی زبان کیسی پرشوکت اور کس قدر باسطوت ہے دوسرے یہ دیکھو کہ مخاطب کلام کے کون ہیں سو ظاہر ہے کہ مخاطب بندے ہیں اور بندہ کا فرض یہ ہے کہ اخیر دم تک امید و بیم ہی میں رہے کسی وقت جلال شاہی سے بے خوف نہ ہو اسی لئے حکامِ مقدمات میں اخیر تک فریقین کو امید و بیم ہی میں رکھتے ہیں فیصلہ کے دن ظاہر ہوتا ہے کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام' ایسے ہی یہاں بھی فیصلہ کے دن سے پہلے یعنی قیامت سے پہلے بندوں کو امید و بیم ہی میں رکھا گیا ہے اتنا فرق ہے کہ حکام تو اپنی غرض کی واسطے ایسا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے بندوں کے فائدہ کے لئے ایسا کیا ہے کیونکہ بندے کو اگر کسی وقت اطمینان ہوجائے کہ میں جنتی

(۱) پختہ وعدہ کے لئے بھی امید کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ہوں تو وہ جرائم سے نڈر ہوجائے گا اور اگر یہ معلوم ہوجائے کہ میں جہنمی ہوں تو وہ ناامید ہوکر بھلائی سے بالکل دور جاپڑیگا اوراس میں علاوہ اس کے نقصان کے نظام عالم کے درہم برہم ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے کیونکہ کثرت جرائم سے نظام کا درہم برہم ہونا ظاہر ہے۔

ہجرت کی فضیلت

غرض ہجرت کی یہ فضیلت ہے کہ اس سے گذشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور یہ ہجرت متمم اسلام ہے کیونکہ بغیر اس کے اسلامی کام نہیں ہوسکتے اور ظاہر ہے کہ اعمال اسلامیہ ہی سے اسلام کامل ہوتا ہے اور ہجرت گو ظاہر میں دشوار ہے کیونکہ وطن اور خاندان کا چھوڑنا آسان نہیں مگر واقع میں سہل ہے کیونکہ یہ تو معلوم ہوچکا کہ ہجرت اسی وقت فرض ہے جب مسلمان اپنے مذہب اور شعائر مذہب کو بجا نہ لاسکے اور جو شخص مذہب پر عمل کرنے سے روکے وہ باپ بھی ہو تو پاپ ہے کیونکہ انسان کو مذہب سب سے زیادہ عزیز اور پیارا ہوتا ہے اسی لئے اہل مذہب ہمیشہ اپنے مذہب کی حفاظت وحمایت کے لئے جانوں کی قربانیاں کرتے رہے ہیں۔

حدیث کے اجزاء میں تطبیق

تیسرا جز ((و الحج یھدم ما کان قبلہ)) ہے اور اسی کا بیان مقصود ہے اب میں حسب وعدہ یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جزئین اولین جزو ثالث کے لئے کس طرح معین ہیں تو بات یہ ہے کہ اس لفظ سے کہ حج پہلے گناہوں کو گرادیتا اور مٹادیتا ہے حج کی فضیلت معلوم ہوئی فرضیت معلوم نہیں ہوئی اور مقصود فرضیت کا بیان اصالۃً ہے اور فضیلت کا تبعًا اس لئے جزئین اولین کو میں نے بیان کردیا

کیونکہ وہ دونوں اثبات فرضیت میں اس طرح معین ہیں کہ حضور ﷺ نے اس حدیث کو دو چیزوں کے ساتھ مقرون (۱) فرمایا ہے اور وہ دونوں فرض ہیں اس سے بعض اصولیین کی رائے پر تو یہ معلوم ہوا کہ حج بھی فرض ہے کیونکہ بظاہر حضور ﷺ امور متناسبہ ہی کو جمع فرماتے ہیں البتہ اگر کوئی مستقل دلیل عدم اشتراک کی ہو تو اس وقت یہ ظاہر حجت نہ ہوگا اور جن اصولیین نے اس اقتران فی الذکر کو حجت نہیں سمجھا وہ بھی اس کے اہم ہونے سے انکار نہیں کر سکتے تو اگر علی الافتراض (۲) نہ ہوتا ہم اس میں معین ضرور ہے اور افتراض (۳) دلیل مستقل سے ثابت ہے۔

فرضیت حج

دوسرے یہ کہ یہاں جو فضیلت حج کی مذکور ہے وہ بہت ہی بڑی فضیلت ہے جو ظاہراً فرض کے لائق ہے یعنی پہلے گناہوں کو مٹا دینا گرا دینا چنانچہ حج سے پہلے جن امور کے لئے یہ فضیلت بیان کی گئی ہے وہ دونوں بھی فرض ہیں پس حج کا بھی فرض ہونا اقرب ہے اور یہ دلیل مستقل نہیں ہے بلکہ دوسرے ادلہ فرضیت کے لئے مؤید ہے اور فرضیت دوسرے دلائل سے ثابت ہے غرض یہ بات معلوم ہے کہ حج فرض ہے اس اقتران سے ظاہراً اور دوسرے دلائل سے نصاً۔

میں اس پر آپ کو اس وقت متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو تو وہ سستی نہ کرے کیونکہ اور عبادات اگر وقت پر ادا نہ ہوں تو فوراً ہی ان کی قضا ہو سکتی ہے بخلاف حج کے کہ یہ اگر وقت پر ادا نہ ہوا تو پھر سال بھر کے بعد اس کا وقت آئیگا اور سال بھر بڑی مدت ہے کیا خبر سال بھر تک زندگی ہے یا نہیں پس وقت کو غنیمت سمجھو۔

---

(۱) ملا کر بیان فرمایا (۲) بطور فرض نہ بھی ہو (۳) فرض ہونا ایک مستقل دلیل سے ثابت ہے۔

فرصت کو غنیمت سمجھو

اسی لئے حدیث میں ہے: ((اغتنم خمسا قبل خمس فراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك)) الحديث فراغت کے وقت کو مشغولی سے پہلے پہلے غنیمت سمجھو زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔

خوشا وقتے وخرم روزگارے — کہ یارے برخورد از وصل یارے (۱)

صاحبو! فراغت کے وقت کو غنیمت سمجھو اس طرح ٹالنے سے کبھی کام نہ ہوگا یہ خیالات چھوڑ دو کہ یہ کام ہوجائے تو حج کو جائیں تم کو کیا خبر ہے کہ آئندہ سال دوسرا کام نہ نکل آئیگا دنیا کے دھندے کبھی ختم نہیں ہوسکتے متنبی کہتا ہے۔

لا تنتهي ارب الاالى ارب (۲)

ایک عارف فرماتے ہیں۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم — باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم (۳)

یہاں تک کہ اسی طرح ایک دن موت کا وقت قریب آجائیگا اور اس وقت کہنے لگے گا ﴿رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ (۴) کہ ''اے پروردگار مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دیدی؟ کہ میں صدقہ خیرات کرلیتا اور نیک بندوں میں داخل ہوجاتا'' حق تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (۵) کہ ''جب وقت آجاتا ہے پھر حق تعالیٰ کسی کو مہلت نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کرتوتوں سے پوری طرح خبردار ہیں'' کہ اگر تم کو مہلت دی جاتی تو تم اس مہلت

---

(۱) کتنا اچھا وقت اور کتنا پیارا وقت ہے کہ یار یار سے مل رہا ہے (۲) ایک خواہش دوسری خواہش پر منتج ہوتی ہے (۳) ہر رات یہ کہتا ہوں کہ کل یہ گناہ ترک کردوں گا پھر جب اگلا دن ہوتا ہے اس کو آج قرار دیکر بات کو پھر کل پر ٹال لیتا ہوں (۴) سورۂ منافقون: ۱۰ (۵) سورۂ منافقون: ۱۱۔

کو بھی یوں ہی برباد کرتے جیسے ساری عمر کو برباد کیا تھا صاحبو! دنیا کے جھگڑے تو یوں ہی چلتے رہیں گے ان سے فراغت تو مرنے کے ساتھ ہی ہوگی ؎

ع کار دنیا کسے تمام نکرد (۱) ع ہر کہ آمد عمارت نو ساخت (۲)

کام کرنے کا طریقہ

اگر کام کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان جھگڑوں کو بیچ ہی میں چھوڑ و اور کام میں لگ جاؤ حضرات اہل اللہ ایسا ہی کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے دل میں جب جاذبۂ حق پیدا ہوا تو سلطنت کو بیچ ہی میں چھوڑ کر الگ ہو گئے نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا نہ کچھ انتظام کیا کہ وزراء وغیرہ خود انتظام کرلیں گے اسی کے مناسب ایک بڑی بی کا قصہ سنا ہے کہ غدر سے پہلے جب کراچی کا سفر حاجیوں کو بہلی (۳) میں کرنا پڑتا تھا کیونکہ ریل اس وقت تک جاری نہ ہوئی تھی تو پچاس سو بہلیاں ساتھ مل کر چلتی تھیں تاکہ ڈاکوؤں سے امن رہے تو ایک دفعہ اسی طرح حاجیوں کی بہلیاں جارہی تھیں کہ ایک بڑی بی نے جو جنگل میں بکریاں چرارہی تھی بہلیوں کو دیکھ کر پوچھا کہ میاں یہ کس کی بارات ہے لوگوں نے کہا بارات نہیں ہے بلکہ حاجی لوگ اللہ کے گھر جارہے ہیں یہ سن کر بڑھیا کے دل میں جاذبۂ حق پیدا ہوا اور اس نے کہا پھر ہم بھی اللہ کے گھر کی زیارت کریں گے یہ کہہ کر بہلیوں کے ساتھ ہوگئی اور بکریوں کو وہاں ہی میدان میں چھوڑا ان کو گھر تک بھی نہ پہنچایا واقعی سچ ہے ؎

تابدانی ہر کر ایزداں بخواند از ہمہ کار جہاں بیکار ماند (۴)

---

(۱) دنیا کے کام کسی نے پورے نہیں کئے (۲) ہر آنے والے نے نئی عمارت بنائی (۳) بیل گاڑیوں میں (۴) جب انسان کو یہ سمجھ آجائے کہ جو اللہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے تو اس کی نظر میں دنیا کے سب کام بے کار ہو جاتے ہیں۔

اور

آنکس کہ ترا شناخت جانرا چہ کند فرزند و عیال وخانما نرا چہ کند (۱)

عشّاق کی ہمت

پھر بڑھیا کی ہمت تو دیکھئے کہ لاٹھی کے سہارے پیدل قافلہ کے ساتھ ہوگئی واقعی اپنے وقت کی رابعہ تھیں اور رابعہ نہ تھیں تو خامسہ (۲) تو ضرور تھیں بات یہ ہے کہ اہل اللہ کی ہمت بہت بلند ہوتی ہے ہمارے حاجی صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ اسی برس کی عمر ہوگئی تھی اور یوں وابتداہی سے حضرت نحیف الجثہ تھی مگر بڑھاپے میں اور بھی ضعف زیادہ ہوگیا تھا لیکن نماز کو جب کھڑے ہوتے تھے تو ذرا ضعف نہ معلوم ہوتا تھا بڑی لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے تھے گویا بزبان حال یوں فرماتے تھے ؎

ہر چند پیر خستہ وبس ناتواں شدم ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم (۳)

یہی حالت اس بڑھیا کی تھی کہ باوجود بڑھاپے کے ہمت ایسی تھی کہ جوانوں کو بھی مات کر دیا اور عشاق کی ہمت بلند ہونے کا راز یہ ہے کہ ان کو اپنی سی کوشش کر لینا مقصود ہوتا ہے کامیابی ہو یا نہ ہو ان کا مذاق یہ ہے ؎

دست از طلب نہ دارم تا کام من برآید یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید (۴)

اس لئے وہ ہر مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی نظر میں مشکل نہیں ہوتا کیونکہ وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا کام تو طلب ہے اور اپنی

---

(۱) جس کو تیری معرفت حاصل ہوجائے بیوی بچوں اور اپنی جان وگھربار کی اس کو کیا پروا (۲) چوتھی نہ سہی تو پانچویں تو ضرور تھیں (۳) اگرچہ بوڑھا و کمزور ہو چکا ہوں لیکن جب تجھ پر نظر پڑتی ہے جوان ہو جاتا ہوں (۴) جب تک میرا کام نہ بن جائے طلب سے ہاتھ نہیں کھینچوں گا یا محبوب سے مل جاؤنگا یا اپنی جان دیدونگا۔

ہمت کے موافق عمل شروع کر دینا آگے پورا ہونا نہ ہونا یہ ہمارے قبضہ میں نہیں یہ دوسرے کے قبضہ میں ہے اس سے ہم کو کیا سروکار۔

ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے — پر تجھ کو چاہئیے کہ تگ و دو لگی رہے

جب بڑھیا قافلہ کے ساتھ ہوگئی تو لوگوں نے اس کو بہت سمجھایا کہ بیت اللہ بہت دور ہے ایک دو منزل نہیں کہ تم پیدل وہاں پہنچ جاؤ مگر اس کا یہ حال تھا کہ جوں جوں نصیحت کرتے اس کا شوق دونا ہوتا تھا۔

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے — میں اوسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

خدا کے بھروسے پر ایک عورت کا پیدل سفر حج

لوگوں نے کہا کہ ہمارے بھروسہ پر نہ چلنا ہم بہلی میں سوار نہ کریں گے ہمارے پاس گنجائش نہیں اُس نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ میں تمہاری بہلیوں کے بھروسہ پر نہیں چلتی ہوں اپنے خدا کے بھروسہ پر چلتی ہوں چنانچہ ایک بڑی مسافت پیادہ طے کی سب کو حیرت ہوگئی پھر لوگوں نے ترس کھا کر بڑھیا سے کہا کہ اچھا بہلی میں سوار ہو جاؤ اُس نے کہا ہرگز نہیں میں سوار ہونگی اور میں تو تمہارے ساتھ بھی نہ ہوتی الگ چلتی جاتی مگر عورت ذات ہوں میرا الگ تنہا سفر کرنا مناسب نہیں دوسرے مجھے رستہ بھی معلوم نہیں بس تمہاری رفاقت صرف اس لئے گوارا کی ہے اور کچھ مقصود نہیں مگر لوگوں نے خوشامد شروع کی منتیں کیں تب سوار ہوگئیں جب کراچی پہنچے تو جہاز کے مالک نے کہا کہ میں الگ الگ ہر شخص سے کرایہ نہیں کرتا بلکہ پورے جہاز کا کرایہ کرتا ہوں کیونکہ حجاج کم ہیں اگر پورے جہاز کا کرایہ ادا کرو تو میں چل سکتا ہوں ورنہ نہیں اب تمہیں اختیار ہے جس کو چاہو خود سوار کرلو مجھے ہر

شخص سے الگ الگ کچھ واسطہ نہیں لوگ سمجھ گئے کہ یہ بڑی بی کی پہلی کرامت ہے پھر خیال ہوا کہ جہاز میں تو اس کیلئے یہ سامان ہوگیا آگے جدہ سے کیا انتظام ہوگا جب جہاز میں سوار ہوئے تو بچوں میں بیماری پھیل گئی اور بڑی بی نے بچوں پر دم کرنا شروع کیا جس پر دم کردیا فوراً اچھا ہوگیا اب تو اس کی طرف بہت رجوعات ہوئیں اور خوب نذرانے ملے کہ بہت روپے اس کے پاس جمع ہوگئے اور آرام سے جدہ پھر مکہ معظّمہ پہنچیں حج سے فراغت ہوئی تو حجاج نے مدینہ کا قصد کیا بڑی بی بھی قافلہ کی ہمراہ پیدل چل پڑی ایک منزل تو پیادہ طے کی اگلے دن کوچ سے پہلے ایک رئیس عورت کی بہن کا انتقال ہوگیا جس کی جگہ اونٹ پر سوار ہونے کے لئے ایک عورت کی اس کو تلاش ہوئی کیونکہ اونٹ پر شغدف میں دو آدمی سے کم سوار نہیں ہوسکتے میزان (۱) برابر کرنے کے لئے دو آدمی ضروری ہیں بیگم صاحبہ کے نوکر عورت کی تلاش میں تھے کہ بڑی بی کے سوا کوئی عورت نہ ملی وہ ان کے پاس آئے کہ بیگم صاحبہ آپ کو یاد کرتی ہیں۔ بڑی بی نے بے رخی سے جواب دیا کہ جاؤ میں نہیں آتی کون بیگم میں نہیں جانتی مگر زیادہ اصرار سے ان کے پاس آئیں بیگم نے کہا کہ میں آپ کو بمنزلہ ماں کے سمجھوں گی آپ میری سرپرستی قبول فرمائیں اور میرے ساتھ اونٹ پر سوار ہوجائیں میں ہر طرح آپ کے تمام مصارف (۲) کا تحمل کرونگی اور علاوہ مصارف کے اپنی اس مرنے والی بہن کا تمام ترکہ بھی آپ کو دونگی کیونکہ اس کی وارث صرف میں ہی ہوں اور کوئی نہیں غرض بڑی خوشامدوں کے بعد بڑی بی راضی ہوئیں اور راحت و آرام کے ساتھ شغدف میں سوار ہوکر کراچی پہنچیں اور اس کی بہن کا ترکہ لے کر جس میں نقد و زیور و کپڑا بہت کچھ تھا اپنے وطن واپس آگئیں

---

(۱) وزن برابر کرنے کے لئے (۲) سارا خرچ برداشت کرونگا۔

حافظ محمد یوسف صاحب جو اس قصہ کے ناقل ہیں فرماتے تھے کہ ہمارا جہاز بعد میں کراچی پہنچا بڑی بی ہم سے بھی پہلے پہنچ گئیں جب کراچی پر اتر کر ہم بہلیوں کے راستہ سے چلے تو بڑی بی کے گاؤں میں پہنچ کر ہم نے دریافت کیا کہ یہاں کی ایک بڑھیا حج کو اس اس طرح ہمارے ہمراہ ہوگئی تھیں وہ آگئیں یا نہیں؟ تو اس کے بیٹے ملے اور کہا وہ تو بالکل خیریت سے ہیں اور بہت دن پہلے اپنے گھر پہنچ گئی ہیں اور بہت سامان ساتھ لائی ہیں انہوں نے پوچھا کہ بکریوں کا ان کے پیچھے کیا حال ہوا کہا ہم نے شام تک ان کا انتظار کیا جب دیر ہوگئی تو جنگل میں جا کر دیکھا سب بکریاں صحیح سالم ہیں مگر بڑی بی نہیں ہیں ان کو ہر طرف بہت تلاش کیا جب ناامیدی ہوگئی تو بکریاں لے کر گھر کو آگئے اور یہ سمجھ لیا کہ ان کو بھیڑیا یا شیر کھا گیا ہے مدت کے بعد صحیح سالم آگئیں اور بکریوں میں خوب توالد تناسل ہوا۔

تو دیکھئے یہ ایک عورت تھی جس نے کسی بات کی فکر نہ کی جب حج کا ارادہ کرلیا سب کام بیچ ہی میں چھوڑ دیا۔ تو جو مرد عورت سے بھی کم ہو وہ کیا مرد ہے۔

حج کی ادائیگی میں جلدی کرو

پس سب مشاغل بیچ میں چھوڑ دو اور کام کا ارادہ کرلو ورنہ کیا اطمینان ہے کہ آئندہ سال تم کو موقع ملے یا نہ ملے حدیث میں آیا ہے ((من اراد الحج فلیعجل)) جو حج کا قصد کرلے اس کو جلدی کرنا چاہئے اور ہمارے ائمہ تصریح کرتے ہیں کہ حج میں تاخیر کرنے سے ایک دو سال تک تو گناہِ صغیرہ کا گناہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اصرار میں داخل ہوکر گناہِ کبیرہ ہوجاتا ہے مگر جب حج کرلیگا تو یہ تاخیر کا گناہ بھی معاف ہوجائیگا کیونکہ اس کو گناہ اسی لئے تھا کہ فوت کا خطرہ تھا اور یہ خطرہ میں حج کو ڈال رہا تھا اور جب خطرۂ فوت مرتفع (۱) ہوگیا اب گناہ بھی مرتفع (۲)

(۱) جب ضائع ہونے کا خطرہ جاتا رہا (۲) گناہ بھی جاتا رہا۔

ہو گیا یہ سب درمختار وردالمحتار میں مذکور ہے یہ ہے حضرات ائمہ کا اجتہاد جس میں کیسے دقائق کی رعایت ہے۔

ائمہ کے اجتہاد پر عمل نہ کرنے کا نقصان

جو لوگ آجکل اپنے آپ کو مجتہد سمجھتے ہیں وہ ایسے اجتہاد کی نظیر لائیں اور جب وہ ایسا اجتہاد اپنے اندر نہیں پاتے تو ان کے عمل بالحدیث کا حاصل یہ ہوا کہ وہ کامل مجتہد کی تقلید چھوڑ کر ناقص مجتہد کی تقلید کرتے ہیں یعنی اپنے فہم کا اتباع کرتے ہیں جس کو ائمہ کی فہم سے کچھ بھی نسبت نہیں کانپور میں ایک طالب علم نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی تو میں نے اس سے سوال کیا کہ تم نے امام کے پیچھے قراءت کیوں کی؟ کہا مولوی عبدالحی صاحب نے لکھا ہے' میں نے کہا سبحان اللہ ! کیا مولوی عبدالحی صاحب امام ابوحنیفہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں کہ امام کی تقلید چھوڑ کر ان کی تقلید کرنے لگے یہی حال ان مدعیان عمل بالحدیث کا ہے کہ ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر علامہ شوکانی وغیرہ کی تقلید کرتے ہیں۔

ہمارے اور ائمہ کے اجتہاد میں فرق

ایک سفر میں ایک غیر مقلد میرے ساتھ ہوئے مگر تھے منصف ان کو شک تھا کہ ائمہ کی تقلید واجب کیوں ہے جب کہ ہم بھی عربی پڑھ کر قرآن وحدیث کو سمجھ سکتے ہیں' میں نے کہا کہ آپ کو اجتہاد فی القرآن والحدیث جائز نہیں کیونکہ آپ کو اجتہاد کا درجہ حاصل نہیں اور میں اجتہاد کی حقیقت آپ کے سامنے ایک مثال میں بیان کرتا ہوں بتلایئے اگر دو شخص سفر میں ہوں جو علم میں فقہ میں عمر میں نسب و تقویٰ میں برابر ہوں اور ان میں سے ایک کو غسل کی حاجت ہوگئی اور دوسرے کا وضو ٹوٹ گیا اور جنگل میں پانی نہیں ہے دونوں نے تیمّم کیا ایک نے غسل کا تیمّم کیا

دوسرے نے وضو کا تو ان میں امامت کے لئے افضل کون ہے؟ کہا تیمّم وضو والا افضل ہے کیونکہ اس کا حدث اصغر ہے تو اس کی نجاست حکمیہ اخف ہے اور دوسرے کی اشد(۱) اور طہارت دونوں کو یکساں حاصل ہوئی اس لئے تیمّم وضو والا اطہر(۲) ہے میں نے کہا کہ فقہاء نے تیمّم غسل والے کو امامت کے لئے افضل فرمایا ہے کیونکہ غسل وضو سے افضل ہے اور افضل کا خلیفہ غیر افضل کے خلیفہ سے افضل ہے اب ان دونوں اجتہادوں میں موازنہ کرلو اس جواب کو سن کر وہ مان گئے کہ واقعی ہم لوگ اجتہاد نہیں کرسکتے یہ فقہاء ہی کا کام تھا انہی کی تقلید واجب ہے۔

مجتہد کی مثال

صاحبو! اجتہاد کے واسطے اس کی ضرورت نہیں کہ وہ دوسروں سے زیادہ احادیث کا حافظ ہو بلکہ اجتہاد کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص حسین ہو مگر ظاہر میں اس کا حسن دوسروں کے حسن سے زیادہ نہ ہو لیکن اس میں ایک آن ہے جو دوسروں میں نہیں ہے اس لئے وہ سب حسینوں سے بڑھا ہوا ہے اور اس کے سامنے سب حسین گرد ہو گئے ہیں اسی کو عارف فرماتے ہیں ۔

شاہد آں نیست کو موئے ومیانے دارد بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد (۳)

تارک حج کے لئے وعید

حضراتِ فقہاء واقعی امت کے لئے رحمت ہیں انہوں نے جیسا دین کو سمجھا ہے کسی فرقہ نے نہیں سمجھا اسی طرح حضرات صوفیاءِ کرام اپنے فن کے امام ہیں احکام متعلقۂ قلب کو صوفیاء سے زیادہ کوئی نہیں سمجھا بہرحال جو شخص حج میں تاخیر کرتا

(۱) اس کی نجاست حکمیہ ہلکی ہے اور دوسرے کی سخت (۲) جس نے وضوء کا تیمّم کیا وہ زیادہ پاک ہے
(۳) ظاہری وضع قطع سے آدمی کی شان وشوکت نہیں ہوتی بلکہ اس کے اندر تقوی ہو تو اس کی وقعت ہوتی ہے۔

ہے وہ گناہِ صغیرہ کا ابتداءً اور کبیرہ کا اصرار کے بعد مرتکب ہوتا ہے اور اگر اسی حالت میں مرگیا تو اس کے واسطے حدیث میں بڑی سخت وعید ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوگیا ہو پھر وہ حج نہ کرے اور اسی حال میں مرجائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ نصرانی مرے یا یہودی بن کر مرے جو لوگ حج کرچکے ہیں وہ تو بے فکر رہیں ہاں جن پر حج فرض ہوا اور ابھی تک نہ کیا ہو وہ جلدی کریں اور زندگی پر اطمینان نہ کریں کیونکہ بعض لوگ پارسال (۱) رمضان میں زندہ تھے اور اس سال نہ تھے میرے گھر میں ایک لڑکی شاگرد ہے وہ رمضان کے ختم پر کہنے لگی کہ دیکھئے اگلا رمضان کس کو نصیب ہو کس کو نہ ہو میرے گھر میں سے کہنے لگیں کہ تو تو ابھی بچی ہے ان شاء اللہ اگلا رمضان پالے گی ہاں ہم جیسوں کو البتہ خطرہ ہے اس نے جواب دیا کہ میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ اس سال میری بہن ساتھنوں میں سے کئی مرچکی ہیں جو پارسال رمضان میں زندہ تھیں اور اس سال نہ تھیں اور آپ کی بہن ساتھنیں سب زندہ سلامت ہیں ایک بھی کم نہیں ہوئی اس لئے آج کل جوانوں کو زیادہ خطرہ ہے طاعون ہیضہ اور بخار دق میں جوان ہی زیادہ مرتے ہیں۔

حدیث کی تشریح

اب میں اس حدیث کے متعلق چند باتیں بیان کرکے ختم کرتا ہوں کیونکہ مقصود تو پورا ہوچکا اب صرف تتمہ باقی ہے اس حدیث کے متعلق ایک مسئلہ تو بیان کرنا ہے کہ ((یهدم ما کان قبله)) میں لفظ ما بظاہر عام ہے مگر یہ اپنے عموم پر باقی نہیں اس سے حقوق العباد مستثنیٰ ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ

(۱) گذشتہ سال۔

اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں سب معاف ہو جائیں گے' اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یا رسول اللہ الا الدین مگر دین یعنی حق العباد معاف نہ ہوگا حضور ﷺ نے سائل کو واپس بلایا اور فرمایا الا الدین فان جبریل قاله لی انفا مگر دین معاف نہ ہوگا حضرت جبرئیل نے مجھ سے ابھی فرمایا ہے (قلت واخرج الحاکم فی مستدرکہ عن عبداللّٰہ ابن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما مرفوعا قال: ((یغفر للشہید کل ذنب الا الدین))[۱] وصححہ ہو والذہبی پس جب شہادت سے بھی دَین معاف نہیں ہوتا حالانکہ شہادت کا درجہ بہت بڑا ہے تو حج سے بھی دَین معاف نہ ہوگا۔

مسئلہ بتانے میں احتیاط

اور اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر مسئلہ بیان کرنے میں کچھ کوتاہی ہو جاوے تو اس کی تلافی اور تدارک بعد میں کر دینا چاہیئے اور اگر کوئی ہم کو کوتاہی پر متنبہ کرے تو فوراً اپنی کوتاہی کا اقرار کر لینا چاہئے حضور ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ سے کوئی سوال کرتا اور آپ کو جواب معلوم نہ ہوتا صاف فرما دیتے کہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھ کر بتلاؤنگا اسی طرح حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب کوئی کافر سوال کرتا اور ان کو جواب معلوم نہ ہوتا صاف فرما دیتے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر بتلائینگے مگر آج کل یہ مرض عام ہے کہ کسی کو سوال کے جواب میں لا ادری نہ کہیں گے اور کبھی اپنی غلطی یا کوتاہی کا اقرار نہ کریں گے اسی واسطے آج کل مناظرہ

(۱) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہوئے سوائے قرض کے۔

جائز نہیں کیونکہ مناظرہ وہ جائز ہے جو اظہار حق کی واسطے ہو اور جب فریقین نے یہ ٹھان لی ہے کہ ہر مسئلہ میں بولے جاوینگے خواہ اس کی تحقیق ہو یا نہ ہو اور اپنی غلطی و عجز کا کبھی اعتراف نہ کریں گے تو اس صورت میں اظہار حق کہاں۔

مدرسین کی کوتاہی

ہندوستان کے اکثر مدرسین میں بھی یہ بڑا مرض ہے کہ اپنی غلطی کا کبھی اعتراف نہ کریں گے اگر کسی مقام کی غلط تقریر زبان سے نکل گئی اور طالب علم نے کہدیا کہ اس مقام کی یہ تقریر نہیں بلکہ صحیح تقریر یہ ہے تو کبھی طالب علم کی بات کو نہ مانیں گے برابر رد کئے جائیں گے یہاں تک کہ اسی جھک جھک میں سبق کا وقت ختم ہوجاتا ہے ان کو اس حدیث سے سبق لینا چاہیئے کیا ان کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے بھی بڑھ گیا حضور ﷺ تو ایک جواب دیکر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مطلع کرنے سے علی الاعلان اپنے جواب کا ناتمام ہونا ظاہر فرمائیں اور تم کبھی اپنی کوتاہی کو ظاہر نہیں کرتے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا مذاق

ہمارے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کی یہ حالت تھی کہ اگر درس میں کسی ادبی طالب علم نے بھی حضرت کی تقریر پر اعتراض کردیا اور اس کا اعتراض معقول ہوا تو فوراً اپنی غلطی کا اعتراف فرمالیتے اور کئی کئی بار یہ فرماتے رہتے کہ ہاں واقعی مجھ سے غلطی ہوئی تم نے صحیح سمجھا یہاں تک کہ طالب علم شرمندہ ہوجاتا اور اس سے ایسی عظمت مولانا کی طلباء کے دل میں پیدا ہوتی تھی کہ تاویل کرنے والے مدرسین کو اس کا دسواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوسکتی البتہ مدرسین عرب کا مذاق وہی ہے جو حضرت استاد کا مذاق تھا وہ کبھی اعتراف خطا سے نہیں شرماتے۔

حج سے کونسے گناہ معاف ہوتے ہیں کونسے نہیں

بہرحال ((الحج یھدم ما کان قبلہ)) سے ایک تو دیون (یعنی حقوق العباد و حقوق اللہ از قسم صلوۃ فائتہ و صوم فوت شدہ و زکوۃ واجبہ سابقا ونحوہا) مستثنیٰ ہیں دوسرے کبائر مستثنیٰ ہیں حج سے کبائر معاف (۱) نہیں

(۱) قلت ولكن المجهور على خلافه فقد قال الحافظ فى الفتح فى شرح حديث ابى هريرة مرفوعا من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه اى بغير ذنب و ظاهره غفران الصغائر والكبائر والتبعات و هو من اقوى الشواهد لحديث العباس بن مرداس السلمى المصرح بذلك اه (۳/۳۰۳)۔ قلت و حديث العباس بن مرداس هو ما اخرجه ابن ماجه فى دعائه ﷺ لامته عشية غرقه فاستجيب له الافى التبعات فيما بينهم فلما اصبح بالمزدلفة اعادالدعاء فاجيب الى ماسال وسياتى ذكره وقال فى غنية الناسك نقلا عن ردالمحتار و والمنحة مانصه الحج يهدم ماكان قبله من الصغائر و كذا الكبائر دون الحقوق كالدين والمغصوب وقضاء الصلوٰة ونحوها نعم مايتعلق بها من الكبائر كا لمطل وفعل الغصب وتاخير الصلوٰة تسقط واما نفس الحقوق فلا قائل بسقوطهاعندالقدرة عليها بعدالحج فاذا مطل اواخر القضاء اى قضاء الصلوٰت بعده اثم اجماعا وامامن مات قبل القدرة على ادائها فجاز ان يقال بسقوط نفس الحقوق ايضاً اذاكان من نيته اداء ها اما حق الله تعالىٰ فظاهر واما حق العبد وليس فى تركه ما يسنى به فالله يرضى خصمه عنه وهذا محمل حديث ابن ماجه بانسبة الى الحقوق و هو وان ضعف فله شواهد تصححه لكن المسئله ظنية فلا يجوز لقطع بتكفير الحج لحقوقه فضلا عن حقوق العباد كما فى التوبة واما اثم المطل و تاخير الصلوٰة فيما قبل الحج وكذا سائر الكبائر و مخالفاته لله تعالىٰ فيكفر ها الحج كالتوبة الى ان قال فقد ظهر مما قررنا ان الحج كالتوبة فى تكفير الكبائر سواء تعلقت بحقوق الله تعالىٰ او بحقوق العبد فيكفر الحج الذنب ويبقى حق الله تعالىٰ وحق العبد فى زمته ان كان ذنبا يترتب عليه حق احد هما والا فلا يبقى عليه شى (ص۱ھ ۱۰۳۔۱۰۴)۔فدل على ان الحج كالتوبة فى تكفير الذنوب كلها دون الحقوق والله تعالىٰ اعلم ۱۲ جامع' قلت ان اشرف على لادليل فى حديث العباس بن مرداس على تكفير الحج للتبعات لانه ليس فيه ان دعائه ﷺ كان لتكفير الحج للذنوب لان معنى الحديث ان الله تعالىٰ كان لم بخيره ﷺ عن نجاه اهل التبعات فدعا فاجاب الله تعالىٰ فى نجاتهم بعدالعقوبة او قبلها ۱۲ اشرف۔

ہوتے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کیونکہ قرآن میں ہے: ﴿اَلْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ کہ نیک کام برے کاموں کو مٹادیتے ہیں اور قرآن ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیئات سے مراد صغائر ہیں چنانچہ ارشاد ہے: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾ یہاں سیئات کو کبائر کے مقابلہ میں لانا اس کی دلیل ہے کہ مراد صغائر ہیں پس معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ سے صرف صغائر (۱) معاف ہوتے ہیں کبائر معاف نہیں ہوتے جب تک کوئی دلیل نہ ہو اور ہجرت سے بھی صغائر ہی معاف ہوتے ہیں کبائر معاف نہیں ہوتے البتہ اسلام سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں (۲) صغائر بھی کبائر بھی مگر حقوق معاف نہیں ہوتے کیونکہ ذنوب اور ہیں حقوق اور ہیں اسلام و اعمال صالحہ سے ذنوب معاف ہوجاتے ہیں حقوق معاف نہیں ہوتے۔

---

(۱)قلت لا دليل فيه على نفى تكفير الكبائر فان اذهاب السيئات لا يستلزم عدم اذهاب الكبائر الااذا قام الدليل على الحصر ولا دليل عليه فغايته ما فيه الآية ساكتة عن اذهاب الكبائر فاذا ثبت بالحديث اذهاب بعض الحسنات الكبائر ايضا كا لقتل فى سبيل الله والحج و نحو هما فلا مانع من القول به والله اعلم ۱۲ ظ۔ قلت قد علمت عدم الدليل على تكفير بغير الصغائر ولا يثبت حكم بدون الدليل فبقى الاقتصار على الصغائر ۱۲ اشرف۔ (۲)قلت ولكن جعله ﷺ الثلاثة هادمة لما قبلها يدل على كونها جميعا هادمته للصغائر والكبائر من الذنوب معا واما الحقوق فلا ولكن لما كان الكافر غير مخاطب مالشرائع لم يتعلق بذمته من حقوق الله تعالىٰ عن الصلوٰة والصوم شئى فلا يبقى عليه بعد الاسلام الاحقوق العباد من ا لدين و نحوه ۱۲ ظ۔ قلت جعله ﷺ الثلاثة هادمة لا يدل على كون شان الهدم متما ثلا فى جميعا لا ن الاقتران فى الذكر لا يدل على الاقتران فى الحكم ۱۲ اشرف۔

توبہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں حقوق نہیں

آج مجھے شامی کی ایک تقریر دیکھ کر اپنی تیس سالہ تحقیق کی تائید ملی وہ یہ کہ میں کہا کرتا تھا کہ اعمال صالحہ سے یا توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں حقوق معاف نہیں ہوتے مثلاً کسی نے آج گناہوں سے توبہ کی تو اس کے گناہ تو معاف ہوگئے مگر اس نے جتنی نمازیں قضا کی ہیں روزے کھائے ہیں یا کسی کا قرض لے کر مارلیا ہے یہ حقوق اللہ وحقوق العباد اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوئے ان کا ادا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے بس آج سے ان کی ادا میں لگ جائے جس قدر اس سے ہوسکے ادا کرے اور سب کے ادا کا عزم رکھے اگر کچھ باقی رہ گئے اور مرگیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو بری الذمہ کردیں گے مگر توبہ کے بعد حقوق ماضیہ سے بے فکر ہونا جائز نہیں تو علامہ شامی کے کلام میں اسکی تصریح مل گئی کہ ذنوب اور چیز ہیں حقوق اور ہیں اور توبہ سے ذنوب معاف ہوتے ہیں نہ حقوق اھ۔

اور حج سے یا ہجرت سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں نہ کبائر۔

گناہِ صغیرہ وکبیرہ کی مثال

اور صغائر کا معاف ہوجانا کیا تھوڑی بات ہے آپ کو معلوم نہیں کہ صغائر کیسے ہوتے ہیں۔ صغائر کی ایسی مثال ہے جیسے آگ کے شرارے پھیلے ہوئے ہوں اور کبائر کی ایسی مثال ہے جیسے بڑا شعلہ ہو تو اندیشہ ناک دونوں ہیں کیونکہ بعض دفعہ ذرا سی چنگاری سے شہر کا شہر جل جاتا ہے کوئی شخص بھی اپنے چھپر میں چھوٹی

چنگاری لگانے پر راضی نہ ہوگا اور یہ نہ کہے گا کہ یہ تو ذرا سی چنگاری ہے اس لئے صغائر کی معافی کو تھوڑا نہ سمجھو یہ بھی بڑی دولت ہے۔

سوال کا جواب

اب میں ایک سوال کا جواب دیکر بیان کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حج کے وقت عرفہ کی شام کو امت کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری امت کی مغفرت فرمادیجئے پھر فرمایا کہ دعا قبول ہوگئی مگر مظالم (یعنی حقوق العباد) کے بارہ میں قبول نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ظالم سے مظلوم کا حق ضرور لوں گا میں نے عرض کیا اے پروردگار آپ مظلوم کو اس کے حق کے عوض جنت کی نعمتیں دیکر بھی خوش کر سکتے اور ظالم کی مغفرت فرما سکتے ہیں مگر یہ قبول نہ ہوا پھر یوم مزدلفہ کی صبح کو آپ نے تبسم فرمایا صحابہ نے تبسم کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج مظالم کے بارے میں بھی میری دعا قبول فرمائی اور میری امت کو بخشد یا تو شیطان سر پر خاک ڈالتا ہوا ہائے واویلا کرتا ہوا بھاگا اس کی حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی یہاں سے شیطان کا کشف بھی معلوم ہوا کہ اس کا کشف ایسا قوی ہے کہ اس کو فوراً اس وحی کا علم ہوگیا خیر یہ تو مسئلہ استطر ادی تھا اصل مقصود سوال کا جواب دینا ہے وہ سوال یہ ہے کہ اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حج سے صغائر کبائر اور حقوق وغیرہ سب معاف ہوجاتے ہیں اور یہ تمہاری تقریر سابق کے خلاف ہے۔

اور اس کا جواب بعض علماء نے تو یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے

جس کی سند میں دوراوی ضعیف ہیں اس لئے یہ حدیث حجیت (۱) کے قابل نہیں۔
مگر الحمد للہ کم ترک الاول للآخر مجھے ایسا جواب معلوم ہوا ہے جس کے بعد اس حدیث کے رد کرنے کی ضرورت نہیں، مجھے حیرت ہے کہ اس حدیث سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حج سے حقوق العباد وغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اس حدیث میں تو حج کا بیان ہی نہیں (۲) بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے دعا فرمائی تھی خواہ حاجی ہوں یا نہ ہوں اب حدیث کا مطلب سنیئے بات یہ ہے کہ

---

(۱) قلت و فی الترغیب للمندری رواہ البیہقی من حدیث ابن کنانۃ بن عباس بن مرداس السلمی عن ابیہ عن جدہ عباس ثم قال و ھذا الحدیث و شواھد کثیرۃ و قد ذکر نا ھا فی کتاب البعث فان صح بشواھدہ ففیہ الحجۃ وان لم یصح فقد قال اللہ تعالیٰ﴿ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء﴾ و ظلم بعضھم بعضا دون الشرک انتھی وروی عبداللہ بن المبارک عن الزبیر بن عدی عن انس بن مالک (وھذا سند صحیح) قال وقف النبی ﷺ بعرفات وقد کادت الشمس ان تؤدب فقال یا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال انصتوالرسول اللہ ﷺ فانصت الناس فقال معاشر الناس اتانی جبرئیل انفا فاقرآنی من ربی السلام و قال ان اللہ عزو جل غفر لاھل عرفات واھل المشعر و ضمن عنھم التبعات فقام عمر بن الخطاب فقال یا رسول ا اللہ ﷺ ھذا لناخاصۃ؟ قال ھذا لکم ولمن اتی بعد کم الی یوم القیمۃ وقد اخرج المنذری فی الترغیب عن عبادۃ بن الصامت انس بن مالک بروایۃ الطبرانی وابی یعلی مایدل علی ان دعاء ہ ﷺ عشیتہ عرفہ وغداۃ المزدلفۃ کان لاھل عرفات واھل المشعرفاستجیب لہ فی الاول فیما سوی التبعات ثم استجیب لہ فی التبعات ایضا کما دل علیہ اثر انس بن مالک براویۃ ابن المبارک واخرج عن طلحۃ بن عبیداللہ مرسلا بروایۃ مالک والبیھقی نحوہ فھذا مااطلعت علیہ من شواھد حدیث عباس بن مرداس السلمی و فی حاشیۃ ابن ماجۃ اوردہ ای حدیث عباس سلمی ابن الجوزی فی الموضوعات واصلہ بکنانۃ ورد علیہ الحافظ ابن حجر فی مؤلف سماہ قوت الحجاج فی عموم المغفرۃ للحاج قال فیہ حکم ابن الجوزی علی ھذا الحدیث بانہ موضوع مردود فان الذی ذکرہ لا تنتھیض ولیلا علی کونہ موضوعا وقد اختلف قول ابن حبان فی کنانۃ قد ذکرہ فی ا لثقات ذکرہ فی الصعقاء وذکر ابن مندہ قیل ان لہ ردتہ من النبی ﷺ وولدہ عبداللہ فیہ کلام ابن حبان ایضا وغایتہ ان یکون ضعیفا ویعتضد بکثرۃ طرقہ وھو بمفردہ یدخل فی حدالحسن علی رائی الترمذی ولا ھما بالنظر فی مجموع طرقہ وقد اخرج ابوداؤد فی سننہ طرقامنہ وسکت علیہ فھو صالح عندہ واخرجہ الحافظ الضیاء فی الاحادیث المختارۃ ممالیس فی الصحیحین اھ(۲)قلت و قد ذکرت فی الحاشیۃ ان ذکر الحج وکون المغفرۃ مخصوصۃ باھل عرفات واھل المشعروارد فی شواھدہ ھذا الحدیث ۱۲ ظ، قلت بعض الشواھدہ متردد فیہ فلاحجۃ فیہ ثم لا دلیل فیھا علی العموم فیمکن ان یکون المراد بالتبعات غیر المالیات کالاغتیاب ونحوہ ۱۲ اشرف۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سب باتیں اور تمام علوم ایک دفعہ ہی معلوم نہیں ہوئے بلکہ آہستہ آہستہ معلوم ہوئے ہیں اور جب تک آپ کو کسی امر کی پوری حقیقت معلوم نہ ہوتی آپ کو بے چینی اور حیرت رہتی اسی کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ ﴾ ای (وجدك حائرا طالبا للزيادة فی العلم فعلمك مالم تكن تعلم) کہ خدا نے آپ کو طلب حقائق میں حیران و بے چین پایا تو آپ کو پوری طرح حقائق پر مطلع فرمایا اور یہ حیرت اب بھی اہل الہام کو حاصل ہے چنانچہ مولانا فرماتے ہیں ۔

در تردد ہر کہ اوآشفتہ است حق بگوش او معما گفتہ است

کہ جو عارف کسی تردد میں پریشان ہے سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معما کہہ دیا ہے جس کے حل کے لئے وہ بے چین ہے ایک جگہ فرماتے ہیں ۔

گہ چنیں بماید و گہ ضدایں جز کہ حیرانی نہ باشد کار دیں

آگے حیرت محمودہ و حیرت مذمومہ کا فرق بتلاتے ہیں کہ تم ان کی حیرت کو غیر عارف کی حیرت پر قیاس نہ کرنا ۔

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے دوست بل چنیں حیران کہ رویش روئے دوست

کہ غیر عارف تو اس لئے پریشان و حیران ہے کہ اس کی پشت محبوب کی طرف ہے اور عارف کی حیرت اس لئے ہے کہ اس کا منہ محبوب کی طرف ہے جس کو مبالغۃً روئے دوست فرمادیا پس یہ تو مشاہدہ جمال کے بعد اس کے حسن کی وجہ سے حیران ہے اور وہ فقدان مشاہدہ کی وجہ سے حیران ہے دونوں کی حیرت میں زمین و آسمان کا فرق ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی۔

حدیث کا مطلب

تو اب سمجھو کہ حضور ﷺ کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ کافر اسلام لے آئے تو اسلام سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اسلام کے بعد اس سے گناہ ہوں تو وہ بھی توبہ کرنے سے سب معاف ہوجائیں گے یا بدوں توبہ کے بھی معاف ہوسکتے ہیں اوراسی وقت کی یہ آیت ہے ﴿وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا﴾(۱) اس لئے بعض صحابہ اس کے قائل ہوگئے کہ قاتل عمد کے واسطے توبہ نہیں یعنی اس کو اس جرم کی سزا ضرور بھگتنا ہوگی اور یہ حیرت اب بھی معتزلہ وخوارج کو باقی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے بلکہ گناہ کبیرہ سے وہ ایمان کو زائل شدہ سمجھتے ہیں خواہ دخول فی الکفر ہو یا نہ ہو غرض ابتدا میں حضور ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ذرہ برابر ایمان بھی سب گناہوں کی مغفرت کے لئے کافی ہوسکتا ہے اس لئے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری امت کی مغفرت فرمادیجئے مطلب یہ تھا کہا اگر وہ توبہ کرلیں تو بدوں سزا کے ان کو بخشدیا جائے اورتوبہ نہ کریں تو گناہ کی سزا کے بعد بخشدیا جائے یعنی کسی وقت ان کو جنت میں ضرور بھیجدیا جائے چنانچہ عرفہ کی شام کو یہ دعا قبول ہوئی مگر مظالم و حقوق العباد کے متعلق قبول نہ ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ توبہ کے بعد بھی حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے مزدلفہ کی صبح کو ان کے متعلق بھی دعا قبول ہوگئی کہ جو شخص توبہ کرکے مرجائے اوراس کو توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو توبہ سے اس کے لئے حقوق العباد بھی معاف ہوجائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کرکے ظالم کی مغفرت فرمادیں گے اور جس کو توبہ کے بعد اداءِ حقوق کا موقع ملے

(۱) سورۂ نساء:۹۳۔

اس سے گناہ تو معاف ہو گئے مگر حقوق ساقط نہیں ہوں گے اگر اس نے اداء حقوق میں کوتاہی کی تو یہ توبہ کے بعد دوسرا گناہ ہوا اگر مرنے سے پہلے اس سے بھی توبہ کرلی تو یہ گناہ بھی معاف ہو جائیگا اور حق تعالیٰ مظلوم کو خوش کر دیں گے اور اگر توبہ نہ کی تو اس گناہ کی سزا بھگت کر مغفرت ہو جائیگی یہ تو توبہ کے بعد حکم ہے اور توبہ نہ کرنے کی حالت میں یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کو اختیار ہے خواہ اس کو سزا دیکر بخشیں یا بدوں سزا ہی کے بخشدیں اور مظلوم کو جنت کی نعمتوں سے خوش کر دیں بہر حال مغفرت سب کی ہو جائے گی اور کسی وقت سب مسلمان جنت میں پہنچ جائیں گے یہ حاصل ہے اس حدیث کا جس کو حج سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس میں امت محمدیہ ﷺ کی مغفرت کا قاعدہ مذکور ہے۔

حجر اسود کا خاصہ

غرض حج کی فضیلت تو معلوم ہوگئی کہ اس سے گناہ سابق معاف ہو جاتے ہیں خواہ سب یا بعض مگر حج کے بعد کے گناہ تو معاف نہیں ہوتے اس لئے حاجی کو آئندہ کی احتیاط بہت ضروری ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ احتیاط اس لئے ضروری ہے کہ حاجی کی حالت ایک خاص وجہ سے زیادہ خطرناک ہے وہ وجہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا قول ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے اس کے چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اگر واقعی فطرۃً صالح (۱) ہے تو حج کے بعد اعمال صالحہ کا اس پر غلبہ ہوگا اور اگر فطرۃً طالع (۲) ہے محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اس پر اعمال سیئہ کا غلبہ ہوگا یہ وجہ ہے خطرہ کی۔

اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانہ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح حال کی خوب دعا کرے اور دل سے اعمال صالحہ کے شوق کی دعا کرے اور حج

---

(۱) نیک (۲) شرارتی۔

کے بعد اعمال صالحہ کا خوب اہتمام کرے اور خیر آئندہ کا کام توجہ سے آکر ہوگا۔

حاجیوں کے لئے ہدایات

اس وقت تو اس کام کا اہتمام کرنا چاہئے جو اس وقت کے متعلق ہے اور آئندہ کی اصلاح کی وہ بناء بھی ہے پس جس پر حج فرض ہو وہ فوراً جلدی کرے ٹال مٹول نہ کرے اس وقت الحمدللہ قصبہ سے ایک غریب شخص حج کو جارہا ہے یعنی حافظ عبداللہ صاحب نعل بند کا بیٹا اللہ تعالیٰ مالداروں کو بھی توفیق عطا فرمائیں یہ بے چارہ میرے پاس آیا تو میں نے اس کو ایک خط دیدیا جو میرے ایک دوست کے نام تھا تا کہ وہ اس کو سفر حج کا تمام حال بتادیں اور رفیق سفر بھی میں نے اس کو بتلا دیا ہے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ سفر حج کے متعلق ہر شخص سے باتیں نہ پوچھا کرو کیونکہ آجکل اخباروں میں واہی تباہی روایتیں راستہ کے خطرناک ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں ان خبروں پر اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ کسی ایک شخص پر اعتماد کر کے جو قابل اعتماد ہو اس کے مشورہ پر عمل کرنا چاہئے اور جن لوگوں پر حج فرض نہیں وہ توکل کے دعوے پر ارادہ نہ کریں بلکہ وہ تو ہندوستان ہی میں رہ کر خدا کو راضی کریں اور اپنے کو کسی محقق کے سپرد کریں جس وقت وہ حج کی اجازت دے اس وقت حج کا ارادہ کریں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مسعود بکؒ کا قول ہے ۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید معشوق درینجاست بیائید بیائید(۱)

اس مضمون کے مخاطب تو ناقص ہیں اور کاملین کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں ۔

---

(۱) اے قوم بغیر اسباب وذرائع کے حج کے لئے کہاں جارہے تمہارا معشوق یہیں ہے واپس آجاؤ۔

حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود(۱)

پس جس پر حج فرض ہو اس کو اس کی کوشش کرنا چاہئیے کہ حج مردانہ ہو جس کا طریق یہ ہے کہ کسی محقق سے تعلق پیدا کر کے حج کو جائیں ان شاء اللہ اگر درجہ اعلیٰ میں کامل حج نہ ہوگا تو ایک درجہ میں کامل ضرور ہو جائے۔

بغیر اسباب کے حج کے لئے کون جا سکتا ہے

تیسرے وہ لوگ ہیں جن پر حج فرض نہیں مگر خدا تعالیٰ نے ان کو وسعت قلب وقوت توکل عطا فرمائی ہے ان کو بدوں زاد و راہ کے بھی حج کی اجازت ہے چنانچہ ایک صاحب حال عازم نے شاہ فضل الرحمٰن صاحب سے حج کی اجازت مانگی تو شاہ صاحب نے فرمایا تم کو شرائط حج بھی معلوم ہیں کہا ہاں حضور معلوم ہیں فرمایا بتلاؤ کیا معلوم ہے کہا ۔

درره منزل لیلےٰ خطرہاست بجان شرط اول قدم آں ست کہ مجنون باشی

اس جواب سے شاہ صاحب پر وجد کی سی حالت طاری ہوئی اور ایک چیخ ماری پھر چونکہ صاحب مقام تھے اس لئے سنبھلے اور فرمایا کہ یہ سب فضول ہے زاد و راہ ساتھ ہونا چاہیے جس کا شریعت میں حکم ہے مگر وہ مولوی صاحب بدوں زاد و راہ ہی کے چل پڑے اور چونکہ توکل صحیح تھا اس لئے کسی جگہ پریشان نہیں ہوئے پھر ان کی ایک کرامت یہ ظاہر ہوئی جس کی مجھ سے ایک حاجی نے چشم دید روایت کی کہ جب بیت اللہ میں داخل ہونے لگے تو خادم کعبہ سب سے فیس لیکر اندر جانے کی اجازت دیتا تھا مولوی صاحب سے بھی فیس لی اور

(۱) حج بیت اللہ کی زیارت کا نام ہے رب البیت کا حج مردانہ یعنی عاشقانہ شان سے کرنا چاہئے۔

انہوں نے دیدی مگران سے رقم لیتے ہی اس پر پریشانی کا اثر ظاہر ہوا اور حجاج کے نکلنے کے وقت وہ ایک ایک کا منہ تکتا تھا جب یہ باہر آنے لگے تو اس نے ان کی رقم واپس کردی تو ایسے لوگ بدوں زادراہ کے جائیں تو مضائقہ نہیں باقی ہر اک کا یہ منہ نہیں۔

بلا اسباب ہر ایک کو سفر حج کی اجازت نہیں

حضرت مولانا گنگوہیؒ جب حج کو جانے لگے تو کوئی حج میں ساتھ چلنے کو کہتا تو آپ پہلے یہ پوچھتے کہ زادراہ بھی ہے بعض لوگ کہہ دیتے کہ حضرت توکل پر چل رہے ہیں مولانا فرماتے جی ہاں جس وقت ہم ریل یا جہاز کا ٹکٹ لینے جائیں گے تم توکل کا پوٹلہ بابو کے آگے رکھ دینا کہ اس میں سے ٹکٹ کے دام نکال لو جاؤ یہ فضول خیالات ہیں۔

بات یہ ہے کہ لوگوں نے بعض بزرگوں کے واقعات اور قصے سن لئے ہیں ان کی ریس کرنے کو ان کا جی چاہتا ہے مگر انہوں نے یہ نہیں سنا ۔

ناز راروئے بباید ہمچو ورد　　　　چوں نداری گرد بد خوئی مگرد
زشت باشد چشم نا بینا و باز　　　　عیب باشد روئے نازیبا و ناز

ایک عاشق الٰہی کا حج

چنانچہ غالباً ''روض الصالحین'' میں ایک حکایت لکھی ہے اس کو بیان کرکے ختم کردونگا کہ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کے راستہ میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا جو بدوں زادراہ کے جارہا تھا میں نے کہا کہ تم بدوں زادراہ کے اتنا لمبا سفر کرتے ہو؟ کہا ۔

وفـدت على الكريم بغير زاد　　　مـن الحسنات والقلب السليم

فـــان الـــزاد اقبـح كل شئى　　　اذا كـــان الـوفود على الكريم

کہ ہاں میں یوں ہی خالی ہاتھ جارہا ہوں کیونکہ کریم کے گھر پر توشہ باندھ کر لے جانا نازیبا ہے اس جواب سے میں سمجھا کہ نوجوان عارف ہے معمولی آدمی نہیں اس کے بعد احرام کا وقت آیا تو سب نے احرام باندھ کر لبیک کہا مگر اس لڑکے کا چہرہ مارے خوف کے زرد ہوگیا اور اس کے منہ سے لبیک نہ نکلا میں نے کہا صاحبزادے تلبیہ کیوں نہیں کہتے ؟ کہا ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور وہاں سے جواب آئے لا لبيك و لا سـعـد يك و حـجك مـر دو د عـليك غرض تمام اعمال حج میں اس کی ایک نئی شان ظاہر ہوتی تھی حتی کہ منٰی میں جب حجاج پہنچے اور سب لوگ قربانی کرنے لگے تو نوجوان نے حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور عرض کیا خداوند! آپ کے سب بندے آپ کی جناب میں نذریں پیش کررہے ہیں مگر میرے پاس کچھ نہیں جو پیش کروں ہاں یہ جان حقیر ہے اگر قبول ہو تو جان حاضر ہے یہ کہنا تھا کہ دفعۃً ایک چیخ ماری اور جان بحق ہوگیا کما قیل ؎

چورسی بکوے دلبر بسپار جان مضطر　　　کہ مبادبار دیگر نرسی بدیں تمنا

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اس نوجوان نے ہم سب کو میدان عشق میں پیچھے چھوڑ دیا اور عشاق کے دلپر خاص نشان لگادیا اس کے بعد ہم نے اس کو غسل وکفن دیکر نماز پڑھ کر دفن کردیا پھر مجھے غنودگی طاری ہوئی تو میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے مالک! اس سال اس نوجوان کی برکت سے سب صاحبوں کا حج قبول کیا گیا اور اس کی قربانی کی برکت سے سب کی قربانیاں قبول ہوگئی تو صاحبو! جو ایسا عاشق ہو اس کو بغیر زادوراہ کے سفر حج کی اجازت ہوسکتی ہے ہر شخص

کو دعویٰ توکل اور دعویٰ محبت کا حق نہیں کیونکہ آجکل تو ہم لوگوں کا توکل چند روز کے بعد تاکل بن جاتا ہے کہ توکل کو بھیک کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے دربار میں حاضری کی توفیق عطا فرمائیں اور جو لوگ حج کو جارہے ہیں ان کو خیر و خوبی کے ساتھ حج نصیب ہو اور مع الخیر اپنے گھر پہنچ جائیں آمین۔

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ علی سیدنا
ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔(۱)

---

(۱) اللہ تعالیٰ محشی اور اسکے اہل خانہ کو بھی بار بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرور فرمائیں آمین بحرمة النبی الکریم۔

خلیل احمد تھانوی

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ